عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع سماوی

جلد: ۴۴ | ۶ تا ۱۳ رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق ۸ تا ۱۵ جنوری ۲۰۲۵ء | شمارہ: ۲

مدارس کی رجسٹریشن اور سوسائٹی ایکٹ

دینی مدارس کی آزادی کیوں ضروری ہے؟

صدر وفاق المدارس العربیہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کا خطاب

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

مرحوم کے ترکہ کی تقسیم

س:...... ہم تین بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ میرے والد صاحب کراچی پورٹ ٹرسٹ کے ملازم تھے۔ ۱۹۹۱ء میں دورانِ ملازمت اُن کا انتقال ہوگیا۔ میرے بڑے بھائی پہلے ہی سے کے۔پی۔ٹی میں ملازم تھے۔ میرے والد کے انتقال کے بعد میری والدہ نے ہماری باہمی رضامندی سے مجھ سے بڑے بھائی کو والد کی جگہ پر کے۔پی۔ٹی میں ملازمت پر لگوایا۔ حالانکہ میں بھی اُس وقت ملازمت پر لگ سکتا تھا، لیکن بڑے ہونے کے ناطے میری والدہ نے مجھ سے بڑے بھائی کو ترجیح دی۔

میرے والد کے انتقال کے بعد جو فنڈز (کے پی ٹی) کی طرف سے ملا، اس رقم سے یہ گھر جو کہ کچا تھا، اس کو ہم نے پکے گھر میں تبدیل کیا۔ یعنی کہ میرے والد کے فنڈز اور میری والدہ کی پنشن کا کچھ پیسا بھی اس گھر میں لگا۔ جبکہ یہ گھر کے۔پی۔ٹی کی پراپرٹی ہے، لیکن یہ گھر کے۔پی۔ٹی نے ۹۹ سال کی لیز پر اپنے ملازموں کو دیئے ہوئے ہیں۔

۲۰۰۸ء سے اس کا کرایہ نہیں کٹ رہا۔ ۲۰۰۸ء سے باب السلام سوسائٹی نے یہ لیز اپنے ہاتھ میں لی ہے، اب اس میں ملازم چاہے تو یہ گھر بیچ کر جاسکتا ہے۔

۲۰۲۳ء میں میرے بھائی نے ایک بیوہ سے دورانِ عدت شادی کی اور اس حالت میں اس نے پانچ مہینے گزارے، پھر کچھ لوگوں کے سمجھانے کے بعد دوبارہ اس سے نکاح کیا، لیکن عدت پھر بھی پوری نہیں کی گئی۔

میرا سوال یہ ہے کہ اس نوکری کا حقدار میں بھی تھا، اس نوکری سے ملنے والے سارے فائدے بھائی کو ملے، جبکہ ہمارے پاس رہنے کے لئے اس گھر کے علاوہ کوئی اور جگہ بھی نہیں ہے۔ میں ایک پرائیویٹ کمپنی میں سیکورٹی گارڈ کی نوکری کرتا ہوں، بمشکل گزارا ہوتا ہے۔ اب یہ بھائی ہم سب کو یہ کہتا ہے کہ یہ جگہ خالی کردو، اس میں آپ لوگوں کا کوئی حصہ بھی نہیں ہے۔

میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ جو پراپرٹی اس کی ذاتی خرید نہیں ہے، یہ اس کو والد کی نوکری کی وجہ سے ملی ہے، پھر یہ کیسے ہمیں بے دخل کر رہا ہے؟ اور اس نے جس طریقے سے نکاح کیا ہے، کیا یہ نکاح جائز ہے؟

اس وقت میری بڑی بہن اور بڑے بھائی جو کہ پہلے ہی سے کراچی پورٹ ٹرسٹ کے ملازم تھے، ان کا انتقال ہوگیا ہے، بڑے بھائی کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے، جو کہ شادی شدہ ہے اور میری بڑی بہن کا ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں جو کہ سب شادی شدہ ہیں۔ اس وقت ہم تین بہن بھائی زندہ ہیں۔

براہِ مہربانی! قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ فرمائیں۔

(اس سوال کا جواب صفحہ 13 پر ملاحظہ فرمائیں)

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۴ ۶ تا ۱۳ ؍رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق ۸ تا ۱۵؍جنوری ۲۰۲۵ء شمارہ: ۲

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرمؔ، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

مدارس کی رجسٹریشن اور سوسائٹی ایکٹ	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
دینی مدارس کی آزادی کیوں ضروری ہے؟	۸	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفعِ سماوی	۱۱	مولانا عبدالحکیم نعمانی
حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ.....	۱۵	مرسلہ: مولانا محمد طلحہ رحمانی
حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے کارنامے (۴)	۱۷	حضرت مولانا سیّد محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ
کسبِ حلال کی اہمیت (۲)	۲۰	مولانا مفتی محمد راشد ڈسکوی
ڈاکٹر دین محمد فریدیؒ کا وصال	۲۳	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
جناب قاضی امتیاز احمدؒ	۲۵	مولانا سعد اللہ لدھیانوی

بنیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقی وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر

فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمہ اللہ	ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

## قسط:۱۰۸	فصل:..... ۳ہجری کے سرایا

۴۲:..... اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، یہ ’’غسیلِ ملائکہ‘‘ کے لقب سے معروف ہیں، اور اس لقب کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ اپنی اہلیہ سے فارغ ہوکر غسل کی تیاری کررہے تھے کہ اتنے میں ان کے کان میں منادی کی آواز پڑی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ اُحد کے لئے نکلنے کا حکم فرماتے ہیں، اس آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ وہ غسل وغیرہ سب کچھ بھول گئے اور فوراً اسی حالت میں غزوۂ اُحد کے لئے نکل پڑے اور وہاں شہید ہوگئے، (شہید کو غسل نہیں دیا جاتا، اور یہ بات کسی کو معلوم نہیں تھی کہ شہید ہونے سے پہلے ان کو غسل کی حاجت لاحق تھی) چنانچہ آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور ان کو غسل دیا۔

۴۳:..... غزوۂ اُحد کے بارے میں ساٹھ آیتوں کا نزول:۔۔ اسی سال غزوۂ اُحد کے واقعات، مسلمانوں کے طرزِ عمل اور مشرکین کے عتاب میں قرآن مجید کی ساٹھ آیتیں نازل ہوئیں، یعنی ارشادِ خداوندی: ’’وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَھْلِکَ۔۔۔۔‘‘ سے ساٹھ آیات تک۔ (آل عمران:۱۲۱)

۴۴:..... اسی سال غزوۂ اُحد سے قبل مدینہ منوّرہ میں عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر الانصاری الاوسی کی ولادت ہوئی، ان کے والد حضرت حنظلہؓ غسیل الملائکہ کہلاتے ہیں، جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے جیسا کہ ابھی اُوپر گزرا، سنِ ولادت کو مستثنیٰ کرکے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت نو سال تھی، جیسا کہ ’’اُسد الغابہ‘‘ میں ہے۔

۴۵:..... اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت اُمِّ سَلیط (بفتح سین مہملہ) بنتِ عبید بن زیاد الانصاریہ النجاریہ المازنیہ اسلام وبیعت سے مشرّف ہوئیں، انہی کے حق میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ اُحد کے دن ہمارے لئے مشکیں بھر بھر کر لاتی تھیں۔

۴۶:..... اسی سال بنوقینقاع نے جب عہد شکنی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی: ’’وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَۃً فَانْبِذْ اِلَیْھِمْ عَلٰی سَوَآئٍ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ۔‘‘ (الانفال:۵۸)

ترجمہ:..... ’’اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت (یعنی عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو آپ وہ عہد ان کو اس طرح واپس کردیجئے کہ آپ اور وہ (اس اطلاع میں) برابر ہوجائیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔‘‘ (بیان القرآن)

۴۷:..... اسی سال حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بنوقینقاع کی سفارش کرنے کے بارے میں ذیل کی آیات: ’’یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآئَ۔۔۔۔۔ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ‘‘ تک نازل ہوئیں۔ (المائدۃ:۵۱ تا ۵۶) جن میں یہود ونصاریٰ اور دیگر کفار سے دوستانہ مراسم رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

۴۸:..... اسی سال جب بنوقینقاع نے اپنی شجاعت اور جنگی مہارت پر فخر کرتے ہوئے کہا کہ: ’’محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بس قریش پر ہی غالب آگئے کہ انہیں فنونِ سپہ گری کا علم نہیں تھا، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ ہم سے ہوا تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ ہم کیسے لوگ ہیں، اور وہ ہم پر غالب بھی نہیں آسکیں گے۔‘‘ ان کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا: ’’قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ، وَبِئْسَ الْمِھَادُ۔‘‘ (آل عمران:۱۲)

ترجمہ:..... ’’آپ ان کفر کرنے والوں سے فرمادیجئے کہ عنقریب تم (مسلمانوں کے ہاتھ سے) مغلوب کئے جاؤ گے، اور (آخرت میں) جہنم کی طرف جمع کرکے لے جائے جاؤ گے، اور وہ ہے بُرا ٹھکانا۔‘‘ (بیان القرآن)

(جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

مدارس کی رجسٹریشن اور سوسائٹی ایکٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

موجودہ حکومت نے چھبیسویں آئینی ترمیم کے وقت جمعیت علمائے اسلام سے تعاون کے حصول کے لئے قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کی پیش کردہ ترامیم جن میں مدارس کی رجسٹریشن سوسائٹی ایکٹ کے تحت ہوگی، اس کو منظور کیا، دونوں ایوانوں سے یہ بل منظور ہوگیا، صدرِ پاکستان کے پاس دستخطوں کے لئے جب چھبیسویں ترمیم اور اس کے ساتھ یہ بل پہنچا، باقی پر دستخط ہوگئے لیکن مدارس کے بل پر ایک غلطی کی نشان دہی کی گئی، اسپیکر قومی اسمبلی نے اسے ٹھیک کرکے اس کی درستی اور اس کے ساتھ آئین کا حوالہ دے کر ایوان صدر کو بھیج دیا۔ قائد جمعیت نے اعلان کررکھا تھا کہ ۸؍دسمبر ۲۰۲۴ء سے پہلے اس بل پر صدر پاکستان کے دستخط نہ ہوئے تو آٹھ دسمبر ''اسرائیل مردہ باد کانفرنس'' پشاور سے اسلام آباد کی طرف مارچ کا اعلان کیا جائے گا۔ ادھر وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے صدر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ نے قائد جمعیت سے درخواست کی کہ ۱۷؍دسمبر ۲۰۲۴ء کو اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کی باڈی کا اجلاس ہے، اس کے فیصلوں تک انتظار کیا جائے اور کسی راست اقدام کا فیصلہ اس کے اعلامیہ کی روشنی میں کیجئے گا۔

پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس وجامعات کی تنظیمات اور وفاقوں پر مشتمل ''اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان'' نے اپنی سپریم کونسل کے اجلاس مورخہ ۱۶؍دسمبر ۲۰۲۴ء بروز بدھ، بعد نماز مغرب، بمقام جامعہ عثمانیہ اسلام آباد میں مندرجہ ذیل قرارداد اتفاقِ رائے سے منظور کی:

''سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ ۱۸۶۰ء کے تحت ترمیمی سوسائٹیز رجسٹریشن بل مورخہ ۲۰، ۲۱؍اکتوبر ۲۰۲۴ء کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور ہوا اور اسی روز قومی اسمبلی کے اسپیکر کے دستخط سے حتمی منظوری کے لئے ایوان صدر ارسال کردیا گیا۔

مورخہ ۲۸؍اکتوبر ۲۰۲۴ء کو صدر کی طرف سے ایک غلطی کی نشاندہی کی گئی، قومی اسمبلی کے اسپیکر نے آئین اور قانون کے تحت اسے قلمی غلطی گردانتے ہوئے اس کی تصحیح کردی اور تصحیح شدہ ترمیمی بل مورخہ یکم نومبر ۲۰۲۴ء کو ایوان صدر ارسال کردیا، جسے صدر نے قبول کرتے ہوئے اس پر زور نہیں دیا، بعد ازاں صدر کی طرف سے دس دن کے اندر مذکورہ ترمیمی بل پر کوئی اعتراض موصول نہیں ہوا، البتہ ۱۳؍نومبر ۲۰۲۴ء کو نئے اعتراضات لگادیئے گئے جو کہ میعاد گزرنے کی وجہ سے غیر موثر تھے، نیز ایک کے بعد دوبارہ اعتراض لگایا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ لہٰذا یہ بل اب قانونی شکل اختیار کرچکا ہے۔ حوالے کے لئے ''سپریم کورٹ پریکٹس اینڈ پروسیجر ایکٹ'' کی نظیر موجود ہے۔ نیز اسپیکر نے علی الاعلان اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ باقاعدہ ایکٹ بن چکا ہے اور انہیں صرف ایک ہی اعتراض موصول ہوا تھا اور دوسرا اعتراض آج تک انہیں نہیں ملا۔ پس ہمارا مطالبہ ہے کہ قانون کے مطابق بلاتاخیر اس کا گزٹ نوٹیفکیشن جاری کیا جائے، تاکہ فوری طور پر اس پر عمل درآمد شروع ہو۔''

گورنمنٹ نے ایک اعتراض یہ کیا کہ مدارس تعلیمی ادارے ہیں تو ہم ان کو وزارتِ تعلیم میں رجسٹر کرنا چاہتے ہیں، جب کہ مدارس سوسائٹی ایکٹ کے ساتھ رجسٹر ہونا چاہتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب اور موجودہ تمام صورت حال کا جواب اتحاد مدارس دینیہ کے صدر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے اس اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے دیا ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر بطور مضمون اس شمارہ میں شامل اشاعت ہے۔

سوسائٹی ایکٹ کے تحت صرف مدارس ہی نہیں بلکہ پاکستان میں بڑے بڑے عصری تعلیمی ادارے بھی اسی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں:

۱:....سندھ مدرسۃ الاسلام، ۲:....دی سٹی اسکول، ۳:.... بیکن ہاؤس، ۴:.... غزالی ایجوکیشن ٹرسٹ، ۵:.... علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۶:....الخدمت فاؤنڈیشن اسکولز، ۷:....پاکستان ایجوکیشن سوسائٹی۔ یہ سب تعلیمی ادارے اگر سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹر ہو کر تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھ سکتے ہیں تو پھر وفاق المدارس کے تعلیمی اداروں سے کس کو کس چیز کا خوف ہے؟ اس کے علاوہ کئی ادارے اگرچہ تعلیمی تو نہیں لیکن یہ بھی سوسائٹیز ایکٹ کے تحت ہی رجسٹر ہیں مثلاً: ۱:.... ایدھی فاؤنڈیشن، ۲:.... چھیپا ویلفیئر ایسوسی ایشن، ۳:.... اخوت فاؤنڈیشن، ۴:....انجمن حمایت اسلام، ۵:....پاک کریسنٹ سوسائٹی، یہ تمام ادارے بھی سوسائٹیز ایکٹ کے تحت آزادانہ کام کر رہے ہیں، اگر یہ معاشرے کی بہتری کا کام کر رہے ہیں تو مدارس بھی تو معاشرے کی اصلاح کا سب سے بنیادی اور ضروری کام کر رہے ہیں۔ اگر مدارس وزارتِ تعلیم کے تحت رجسٹر ہوتے ہیں تو اس کے ممکنہ نقصانات میں سے چند ایک یہ معلوم ہوتے ہیں:

۱:....یہ کہ سرکاری مدد لے کر مدارس کی آزادی سلب ہو جائے گی۔

۲:....یہ کہ نظام تعلیم اور نصاب تعلیم دونوں میں مدارس کی خودمختاری ختم ہو جائے گی۔ ایک اسکول اور کالج کی طرح سرکار کا نظام اور نصاب اپنانا پڑے گا۔

۳:....یہ کہ جن اسٹیک ہولڈرز نے پاکستان کے عصری نظام تعلیم کو داؤ پر لگا دیا ہے، وہی لوگ مدارس کے نظام کا کباڑا کر دیں گے۔

۴:.... یہ کہ مدارس کو رجسٹریشن رینیول اور آڈٹ کے ان مشکل ترین مراحل کا سامنا کرنا ہوگا، جس کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

۵:....یہ کہ آپ مدرسے کے لئے کسی قسم کی فنڈنگ اور ذرائع آمدن پیدا کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے جیسا کہ ایک اسکول اور کالج والے چندہ نہیں کر سکتے، مدرسوں کا بھی یہی حشر ہوگا۔

۶:....یہ کہ مدرسے کا کردار محدود ہوگا، اس طرح کہ آپ صرف تعلیمی سرگرمی تک محدود رہیں گے، یہاں تک کہ آپ کے مدرسے کی مسجد بھی مدرسے کے دائرہ اختیار میں نہیں آ سکے گی۔

۷:....یہ کہ کسی بھی قومی ایشو پہ مؤقف دینے میں مدرسہ کا دارالافتاء آزاد نہیں ہوگا جو سرکار کا مؤقف ہوگا، وہی مدرسے کو اپنانا پڑے گا۔ مدارس جب کہ سول سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں تو وہ اپنے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم میں آزاد ہیں اور یہ کہ مدارس خودمختار ہیں، تمام تعلیمی تربیتی تدریسی اور امتحانی ضابطے اپنے ماحول کے مطابق طے کرتے ہیں۔ صرف وفاق المدارس کے امتحانی نظام کی کوئی نظیر دنیا بھر میں موجود نہیں۔ اسی طرح یہ کہ مدارس اپنے ذرائع آمدن پیدا کرنے میں آزاد ہیں اور دستیاب وسائل کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ ٹرسٹ، مسجد، یتیم خانہ، لنگر، ڈسپنسری، ناداروں بیواؤں کی کفالت، قدرتی آفات میں متاثرین کی بحالی، ایمبولینس سروس کی فراہمی جیسی درجنوں سرگرمیاں آسانی کیساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں، جبکہ مدرسہ اگر اسکول کالج کی طرح وزارت تعلیم کے تحت چلایا جاتا ہے تو وزارت تعلیم کے تحت ان جیسی سرگرمیوں کا کوئی امکان نہیں، اسی طرح قومی اور ملی ایشوز پر اہل

مدارس کھل کر اپنا مؤقف دے سکتے ہیں اور دے رہے ہیں اور مسلم قوم وعوام کی راہنمائی کرنے میں آزاد ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دنیا کی ٹاپ پانچ سو یونیورسٹیوں میں پاکستان کی کوئی یونیورسٹی شامل نہیں، جبکہ دنیا کے ٹاپ دس مدارس میں سے سات پاکستان میں ہیں۔ کوئی پاکستانی شہری اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے باہر نہیں گیا ہے اور نہ ہی اس کے لیے اسے جانے کی ضرورت ہے، بلکہ باہر سے لوگ دینی علوم کے لیے پاکستان آتے ہیں۔ جبکہ پاکستانی شہری عصری علوم کے لیے دنیا کے ہر کونے یہاں تک کہ افغانستان میں بھی گئے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف گورنمنٹ کی دورخی پالیسی کا اس سے اندازہ لگائیں کہ سرکاری اسکولوں کو پرائیویٹ کیا جارہا ہے جبکہ پرائیویٹ مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کے ناکام جتن کیے جارہے ہیں اور اصلاحات کی باتیں ہورہی ہیں، کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟

ہمارے ملک کا تعلیمی نظام بھی عجیب ہے۔ ایک جانب اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں ہیں جو سرکاری، نیم سرکاری، نجی اور پھر طبقاتی تقسیم پر مشتمل ہیں۔ دوسری جانب دینی مدارس ہیں جن کو عموماً اس نظام سے باہر ایک ''غیر'' کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ بعض حکومتوں نے چند دینی مدارس کو اپنی تحویل میں لیا، جیسے ریاستِ سوات میں گورنمنٹ دارالعلوم الاسلامیہ سیدو شریف، پھر ان میں بعض کو یونیورسٹی میں تبدیل بھی کرلیا، جیسے جامعہ اسلامیہ بہاولپور، سندھ مدرسۃ الاسلام وغیرہ، ان کی حالت دیکھ کر دینی مدارس نے بجا طور پر یہ پوزیشن لی کہ ہم آزاد رہیں گے اور آزادی کے ساتھ کام کریں گے۔ پی ٹی آئی کی حکومت کے دور میں یکساں نصابِ تعلیم کے لیے بھی کوششیں کی گئیں، لیکن اس کی زیادہ مزاحمت دینی مدارس کے بجائے اشرافیہ کے اسکولوں نے کی۔

میڈیا میں صدر کا ایک یہ اعتراض نقل کیا گیا ہے کہ مدارس کی رجسٹریشن صوبائی معاملہ ہے، اس لیے اس پر قانون سازی صوبوں کو کرنا چاہیے۔ اس عذر میں وزن نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی ایسا قانون نہیں ہے جو اسے صوبائی معاملہ بناتا ہے۔ یہ اعتراض تو مدارس سے زیادہ یونیورسٹیوں پر عائد ہوتا ہے جن پر ابھی تک ہایئر ایجوکیشن کمیشن کو مسلط کیا گیا ہے، حالانکہ اٹھارویں ترمیم کے بعد انہیں صوبوں کے تحت ہونا چاہیے تھا۔ دوسرا اعتراض یہ نقل کیا گیا ہے کہ یہ ترامیم اسلام آباد میں نافذ قانونِ وقف سے متصادم ہیں۔ یہ عذر بھی وزن نہیں رکھتا۔ کیونکہ قوانین کی تعبیر وتشریح عدالت کا کام ہے۔ مقدمہ اصل میں تعلیمی اداروں کی خودمختاری کا ہے جو یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں کو لڑنا چاہیے تھا، لیکن ان کے ذمے کا قرض اہلِ مدارس تنہا ادا کررہے ہیں۔

اب تک کی صورت حال یہ ہے کہ ۲۰ دسمبر ۲۰۲۴ء کو وزیر اعظم میاں محمد شہباز شریف کی خواہش پر وزیر اعظم ہاؤس میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اپنے وفد کے ہمراہ ملاقات کرنے کے بعد بتایا کہ وزیر اعظم صاحب نے وزارت قانون کو ہدایات دے دی ہیں کہ مسئلے کو آئین اور قانون کے مطابق حل کیا جائے۔ مولانا کے بقول ایک دو دن میں ان شاء اللہ! اچھی خبر ملے گی۔ اللہ تعالیٰ خیر کا معاملہ فرمائے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

دینی مدارس کی آزادی کیوں ضروری ہے؟

۱۷؍دسمبر ۲۰۲۴ء کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے اجلاس سے صدر وفاق حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کا خطاب

’’آج کل عام لوگوں کے ذہنوں کو مشوش کرنے کے لیے یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ حکومت تو یہ چاہ رہی ہے کہ مدارس چونکہ تعلیمی ادارے ہیں لہٰذا انہیں وزارت تعلیم کے ساتھ وابستہ ہونا چاہیے اور اہل مدارس یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں تو سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہونا ہے۔ جبکہ سوسائٹیز ایکٹ تو وزارت صنعت و تجارت سے تعلق رکھتا ہے یا وزارت داخلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آرہی کہ ہم وزارت تعلیم کی بجائے سوسائٹیز ایکٹ کے تحت کیوں رجسٹریشن پسند کرتے ہیں؟

اولاً یہ سمجھنا چاہئے کہ سوسائٹیز ایکٹ کیا چیز ہے؟ سوسائٹیز ایکٹ درحقیقت ایک ایسا قانون ہے جس کے تحت آپ کوئی ایسی سوسائٹی یا پرائیویٹ ادارہ بنا سکتے ہیں، یعنی آپ کو کوئی بھی ادارہ بنانا ہو، کوئی بھی تعلیم دینی ہو، کوئی رفاہی کام کرنا ہو، اپنا تربیتی ادارہ قائم کرنا ہو، پیشہ وارانہ تعلیم وتربیت کرنی ہو، یہاں تک کہ کوئی آرٹس کونسل قائم کرنی ہو تو وہ سارے کے سارے پرائیویٹ ادارے اس سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہوتے ہیں اور ہوتے چلے آرہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سوسائٹیز ایکٹ پرائیویٹ اداروں کو رجسٹرڈ کرنے کا ایک ڈاکخانہ ہے کہ جس کے ذریعے پرائیویٹ ادارے ایک قانونی حیثیت حاصل کر لیتے ہیں۔ اب وہ پرائیویٹ ادارے اپنے نظام کے تحت چلتے ہیں، ان کا اپنا ایک طریقہ کار ہوتا ہے، ان کے عہدے دار یا مجلس منتظمہ کے لوگ ہی اس کے تمام امور کے نگران ہوتے ہیں، ان کو مکمل اختیار ہوتا ہے کہ اپنی بنائی ہوئی سوسائٹی کے اندر جو نظم قائم کریں، کر سکتے ہیں، صرف اتنا ہے کہ وہ رجسٹرڈ ہوجاتے ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا وجود قانونی طور پر تسلیم کرلیا جاتا ہے، لیکن اپنے اندرونی معاملات میں وہ بالکل خودمختار آزاد ہوتے ہیں، انہیں یہ باور کرانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی کہ ہم خودمختار ہیں، بلکہ جوں ہی اس میں رجسٹرڈ ہوئے تو اس رجسٹریشن کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے نظام کے تحت اپنے ادارے کو چلانے کے لیے خودمختار ہیں۔

دوسری طرف وزارت تعلیم حکومت کا ایک ادارہ ہے اور حکومت کے ادارے کی حیثیت سے وہ اپنے سارے تعلیمی نظام کو کنٹرول کرتا ہے، اس کے ماتحت یونیورسٹیاں بھی آتی ہیں، اس میں وہ کالج، اسکول بھی آتے ہیں جو سرکار کے تحت قائم ہو رہے ہیں، یہ سب وزارت تعلیم کے نظام کے پابند ہوجاتے ہیں۔ سادہ لفظوں میں یہ فرق ہے کہ اگر سوسائٹیز ایکٹ کے تحت کوئی ادارہ رجسٹرڈ ہے وہ پرائیویٹ ہے اور اس کو اپنا نظام چلانے کا مکمل اختیار حاصل ہے اور اگر کوئی کسی وزارت تعلیم کے تحت وزارت کا حصہ بن گیا تو اس وزارت کے نظام کے اندر وہ آگیا۔

ہمارے مدارس کی بنیاد حضرت (مولانا محمد قاسم) نانوتوی رحمہ اللہ کے وقت سے ہی اس بات پر ہے کہ یہ پرائیویٹ ادارے ہیں، ان کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمیں حکومت سے نہ کوئی امداد چاہئے، نہ ہی حکومت کی مداخلت برداشت ہے۔ ہم اپنے اکابر سے چلے آرہے طریقہ کے تحت، اپنی خودمختاری سے چلنا چاہتے ہیں۔ کسی ایسے ادارے کو اپنے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہتے جو ہمارے اندرونی نظام میں دخل اندازی کرے، جو ہمارے طریقہ کار میں مداخلت کرے، جو کسی طرح بھی ہمارے مقاصد پر اثر انداز ہو۔ مدرسہ کو ہم اس سے آزاد رکھنا چاہتے ہیں اور یہ آزادی ہمیں سوسائٹی ایکٹ کے تحت ملتی ہے، کیونکہ وہ پرائیویٹ ہے، اس میں سارے ادارے پرائیویٹ ہیں۔

بہت سے تعلیمی ادارے اب بھی سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں، اس لئے کہ وہ پرائیویٹ ہیں، اور پرائیویٹ طریقے سے اپنے نظام کے تحت چلنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس بات

پراس لئے اصرار ہے کہ وزارت تعلیم کے ساتھ منسلک نہیں ہونا، اور میری تو اول روز سے یہی رائے ہے۔ وزارت تعلیم کے متعلق اس سے قبل ہم نے انتہائی دباؤ کے حالات میں (ایک مفاہمتی یادداشت میں) اتنی سی بات تسلیم کی تھی کہ ٹھیک ہے، ہمارا ڈاکخانہ بدل جائے اور وزارت تعلیم کی طرف چلا جائے۔ لیکن جس اندیشہ کی بنا پر ہم وزارت تعلیم میں جانے سے پرہیز کر رہے تھے، وہ اسی وقت حقیقت بن کر سامنے آ گیا، جب ہمارے ساتھ مذاکرات میں ایک مفاہمتی یادداشت تیار ہوئی، جسے آج معاہدہ کا نام دیا جا رہا ہے۔ وہ درحقیقت اصطلاحی اعتبار سے ایم او یو ہے، (یہ محض مفاہمتی یادداشت ہوتی ہے، قانونی اعتبار سے اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اس کا مطلب صرف یہی ہوتا ہے کہ ابھی بات چل رہی ہے۔ اس کے اندر کچھ چیزوں پر مفاہمت ہوئی ہے۔ اس مفاہمت کا ایک حصہ یہ تھا کہ ہمارے بینک اکاؤنٹ کھلیں گے، ہم خود مختار آزاد رہیں گے، ہمارے غیر ملکی طلبہ کو ویزے ملیں گے۔ اس میں یہ بھی تھا کہ جب تک اس پر پوری طرح عمل نہیں ہو جاتا، سوسائٹیز ایکٹ کے تحت جو مدارس رجسٹرڈ ہو رہے ہیں وہ اپنی جگہ رجسٹرڈ ہوتے چلے جائیں گے۔ یہ ابھی مفاہمتی یادداشت کے مرحلہ میں ہی تھی کہ ایک ارب روپے کا بجٹ بنا کر ایک ڈائریکٹریٹ قائم کر دی گئی، جس کو ایک سابق ملٹری میجر جنرل کے ماتحت کر دیا گیا، اور اس کے لئے مختلف جگہوں پر دفاتر قائم کرنا شروع کر دیئے گئے، اور اس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ مدارس اپنے نظام میں آزاد اور خود مختار رہیں گے، لیکن آخر میں یہ بھی لکھا کہ وقتاً فوقتاً وزارت تعلیم کی طرف سے جو ہدایات آئیں گی مدارس اس کے پابند ہوں گے۔ اس مرحلہ پر ہمیں اپنے اندیشے حقیقت بن کر سامنے نظر آنے لگے، ہم جو کہتے تھے کہ وزارت تعلیم میں جائیں گے تو کسی نظام میں پھنس کر اس کے تمام ارشادات کے تابع ہوں گے (تو ایسا ہی نظر آنے لگا)۔

ہم یہ بات واضح کہہ دینا چاہتے ہیں کہ کسی حکومت کے ماتحت ہو کر ہم اپنے نصاب و نظام کو جاری نہیں رکھ سکتے، ایسا کرنا ہمارے لئے زہر قاتل ہے، ہم نے ایسا کرنے والوں کے انجام دیکھے ہیں، ہم نے سعودی عرب دیکھا، ہم نے امارات دیکھا، مصر دیکھا ہے، ہم نے شام دیکھا ہے کہ ان ممالک میں مدارس کو کس طریقے سے ختم کیا گیا، مدارس کو کس طریقے سے دبایا گیا، آج وہاں ہر کوئی کلمہ حق کہنے والا موجود نہیں ہے، یا کوئی حق بات کہے تو اس کی جگہ جیل ہوتی ہے یا اس کے اوپر تشدد کیا جاتا ہے۔

الحمدللہ! پاکستان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کے لئے بنایا، پاکستان کو درحقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کا قلعہ بنایا ہے، ہم یہاں یہ صورت حال کسی قیمت برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے مدارس اور ہمارے علماء کرام اس طرح ہو جائیں کہ ان کے سامنے کچھ بھی ہوتا رہے، وہ اپنی زبانوں کو بند رکھیں اور شیطان اخرس بن کر زندگی گزاریں۔ (حکومتوں کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ) جب کسی (ادارہ شخص) کو گھیرنا ہوتا ہے تو شروع میں ساری پابندیاں عائد نہیں ہوتیں، شروع میں اس کے لئے ایک دانہ ڈالا جاتا ہے، اس کے بعد آگے جا کر اس کو کسی وقت میں گھیرا جاتا ہے، پوری تاریخ میں یہی طریقہ کار رہا ہے۔ ابھی اگرچہ اس (مفاہمتی یادداشت) میں لکھا ہوا ہے کہ ہم اپنے نظام میں آزاد و خود مختار رہیں گے، لیکن اس کے باوجود ایک مرتبہ جب اس دائرے کے اندر آ گئے جبکہ اس میں یہ جملے بھی موجود ہیں کہ وزارت تعلیم کی طرف سے وقتاً فوقتاً ملنے والی ہدایات کے پابند ہوں گے، تو اب آپ دیکھئے! آج کسی کی حکومت ہے، کل کسی اور کی حکومت ہوگی۔

وہ لوگ بھی حکومت میں وزارت تعلیم کے اندر آئیں گے، جو یہ کہہ رہے ہیں کہ مدارس جہالت کی یونیورسٹیاں ہیں، (وہ لوگ بھی حکومت میں آ سکتے ہیں) جنہوں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ مدارس تو صرف یہ سکھاتے ہیں کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا تو یہ مدارس موجودہ زندگی کے ساتھ کیسے چل سکتے ہیں؟ تو ایسے لوگ بھی تعلیم کے نظام کے اندر آ سکتے ہیں۔ کل کو کون آتا ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا، لہٰذا مدارس کو اس دائرے کے اندر لانے کے ہم بالکل سختی کے ساتھ مخالف ہیں۔ چونکہ سوسائٹیز ایکٹ پرائیویٹ اداروں کا قانون ہے، اس واسطے ہم پرائیویٹ اداروں کے طور پر اپنا کام کرنا چاہتے ہیں، جس میں ہمارے کام میں کوئی مداخلت نہ ہو۔

ہم خود الحمدللہ! اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں، وفاق المدارس پوری طرح باخبر ہے، اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ ہمارے علماء

کرام کوموجودہ دور میں اپنا پیغام بہتر طریقے سے پیش کرنے کے لیے کن معلومات کی ضرورت ہے؟ ہم اپنے مدارس میں وہ معلومات پڑھانا چاہتے ہیں، ہم (یہ جدید معلومات اس الزام کو دور کرنے) کے لیے نہیں پڑھا رہے، جو ساری دنیا یہ نامعقول بات کہہ کر دینے کی کوشش کرتی ہے کہ مدارس سے ڈاکٹر کیوں پیدا نہیں ہوتے، اس سے لائر (وکیل) کیوں نہیں پیدا ہوتے، انجینئر کیوں نہیں نکلتے، مدارس کے فضلاء کسی ملٹری کے اندر کمیشن کیوں نہیں لیتے، اور اس بات کو بڑے فخر سے بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں مدرسہ کے لوگ کمیشن لے چکے ہیں، وہ بریگیڈیئر بن چکے ہیں، (تو سب مدارس ایسا کیوں نہیں کرتے)؟ ارے بھائی! یہ مدرسہ بریگیڈیئر اور کرنل پیدا کرنے لیے نہیں تھا، قرآن وسنت کا علم محفوظ کرنے لیے تھا، یہ عالم پیدا کرنے کے لیے تھا، یہ بتاؤ کہ پورے پاکستان میں کون سے سرکاری ادارے میں اسلام کی تعلیم دی جا رہی ہے؟ کون سے سرکاری ادارہ میں حافظ پیدا ہو رہے ہیں؟ اس ملک کی کسی مسجد میں کبھی یہ اعلان نہیں سنا گیا ہوگا کہ ہمارے ہاں تراویح پڑھانے کے لئے حافظ نہیں ہے، (ہمارے ملک میں الحمدللہ) حافظ زیادہ ہیں، مسجدیں کم ہیں، یہ حافظ کہاں پیدا ہو رہے ہیں؟ جو حفاظ قران کریم کی خدمت انجام دے رہے ہیں، تراویح پڑھانے کے لئے موجود ہیں یہ کہاں سے آرہے ہیں؟ کسی کالج سے؟ کسی یونیورسٹی سے؟ کسی انسٹی ٹیوٹ سے؟ (نہیں)۔

یہی مدارس ہی ہیں جو یہ سب پیدا کر رہے ہیں، کوئی آدمی یہ بتائے کہ کیا اس معاشرے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی دینی مسئلہ پیش آجائے تو اس کا جواب دینے والا کوئی موجود ہو؟ آج یہ ساری دنیا دیکھ لے کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی نکاح طلاق کا مسئلہ پوچھنا ہو، بیع وشراء کا مسئلہ معلوم کرنا ہو، نماز اور روزے کا پوچھنا ہو تو وہ کیا کسی یونیورسٹی کے پروفیسر کے پاس جاتے ہیں؟ اس کے پاس جاتے ہیں جس نے اسلامک اسٹڈیز کی ڈگری لے رکھی ہو؟ کیا کسی ایسی یونیورسٹی یا کسی پروفیسر کے پاس جاتے ہیں؟ جو اسلامک اسٹیڈیز پڑھا رہا ہے؟ وہ اگر جاتے ہیں تو ان لوگوں کے پاس جاتے ہیں جن کے پاس قرآن وحدیث، فقہ، اصول فقہ کا پورا علم ہے۔ کیوں جاتے ہیں؟ اس لئے کہ یہ جانتے ہیں کہ صحیح علم ان کے پاس ہے، انہیں دین صحیح طریقے سے آتا ہے۔

یہ سارا کام مدارس اس لئے کر رہے ہیں اور اس طرح کر رہے ہیں کہ ہم کسی کے تسلط کے روادار نہیں ہیں۔ ہم وہ بات کہیں گے جو قرآن کہتا ہے، ہم وہ بات کہیں گے، جو حدیث کہتی ہے، ہم وہ بات کہیں گے جو ہمارا دین کہتا ہے۔ اس وجہ سے ہم کوئی مداخلت کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے اگر کریں گے تو ہم اپنے فرض منصبی میں زبردست کوتاہی کے مرتکب ہوں گے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو عہد کیا ہے، اس سے غداری کے مرتکب ہوں گے۔ سوسائٹیز ایکٹ میں ہم پرائیویٹ طریقے پر کام کر رہے ہیں، اس کا صنعت وتجارت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا تعلق ایک سوسائٹی سے ہے، یہ سوسائٹی کچھ بھی کر سکتی ہے۔ جس طرح ایک ٹرسٹ ہوتا ہے، وہ ٹرسٹ جو چاہے کر سکتا ہے، اسی طرح سوسائٹیز ایکٹ کے ساتھ رجسٹرڈ ہو کر ایک سوسائٹی بنتی ہے اور وہ سوسائٹی اپنے نظام کے مطابق جو چاہے کر سکتی ہے، اور اگر وزارت تعلیم میں جائیں گے تو ہم سرکار کے ماتحت ہوں گے۔

یہ ہماری گزارشات ہیں، یہ ہمارا اصل مقصود ہے اور اس وجہ سے ہم اس پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ان شاء اللہ! ڈٹے رہیں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین!'' ☆

(ضبط:... مولانا محمد اویس مجیب، دارالعلوم کبیروالا)

سندھ ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کراچی کا صدر دروازہ ''بابِ ختم نبوت'' کے نام سے موسوم

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قانونی مشیر، ممتاز وکیل وقانون دان، سینئر ایڈووکیٹ سندھ ہائی کورٹ جناب منظور احمد میؤ راجپوت کی شاندار کارکردگی!

منظور صاحب کی کوششوں سے سندھ ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کراچی کا صدر دروازہ ''باب ختم نبوت'' کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ اس سے قبل منظور صاحب ہی کی کاوشوں سے کراچی بار ایسوسی ایشن سٹی کورٹ میں بھی ''باب تاجدارِ ختم نبوت'' کا افتتاح ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اس محنت اور جدوجہد کو قبول فرمائے اور ختم نبوت کا جھنڈا بلند رکھنے کی توفیق سے نوازتا رہے، قادیانیت کو نیست ونابود فرمائے اور تمام خدامِ ختم نبوت کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سرخ رو فرمائے، آمین!

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا رفعِ سماوی

مولانا عبدالحکیم نعمانی

آیئے! مختصر طور پر قرآن کریم کی ایک آیت کا مطالعہ کرتے ہیں جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم سمیت آسمان پر اٹھالیا، پھر ہم اس کے بعد صحیح مرفوع متصل احادیث پیش کریں گے جن کے اندر صریح طور پر یہ الفاظ ہیں کہ وہ آسمان سے نازل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بنی اسرائیل (یہود) پر لعنت کے اسباب کا ذکر فرماتے ہوئے ایک وجہ یہ بیان فرمائی:

”وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا۔ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا۔“ (النساء: ۱۵۷، ۱۵۸)

ترجمہ: ”اور ان کے کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا جو اللہ کا رسول تھا، حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی یقین نہیں ہے، محض گمان ہی کی پیروی ہے۔ انہوں نے یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

بغیر کسی تفصیل میں جائے، اگر ان آیات کے صرف ظاہری معنی ہی پر غور کیا جائے تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہود کے اس دعوے کی تردید فرمارہے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کردیا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے نہ قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا، اور قتل سے بچانے کا انتظام یہ فرمایا کہ ”رفعہ اللہ الیہ“ کہ اللہ نے انہیں اٹھالیا اپنی طرف۔

اب سوال ہوتا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کسی انسان کو جسم سمیت آسمان اٹھالیا جائے؟ تو اس کا جواب بھی دے دیا کہ اللہ ”عزیز“ یعنی غالب ہے، اس کے ہاں کوئی چیز ناممکن نہیں۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کا رفع کیوں کیا؟ تو اس کا جواب بھی دے دیا کہ اللہ حکمت والا ہے، اس میں بھی اس کی حکمت تھی۔

ان آیات میں ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مع لقب کے ذکر کیا گیا: ”المسیح عیسیٰ ابن مریم“ اس کے بعد واحد غائب کی ضمیروں سے ان کی طرف اشارہ کیا گیا ”ماقتلوہ ..... وماصلبوہ ..... وما قتلوہ یقینا .... بل رفعہ اللہ“ یہ سب ”ہ“ کی ضمیریں لوٹ رہی ہیں عیسیٰ ابن مریم کی طرف جنہیں یہود نے قتل کرنے کی کوشش کی، اور یہ ظاہر ہے کہ عیسیٰ ابن مریم صرف روح نہیں تھے بلکہ روح اور جسم کا مرکب تھے، یہود نے آپ کے جسم ہی کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا تھا، لہٰذا آگے تمام ضمیریں بھی اسی جسم اور روح کے مرکب کی طرف لوٹ رہی ہیں، ان میں ”بل رفعہ اللہ“ کی ضمیر بھی ہے کہ اللہ نے انہی عیسیٰ ابن مریم کو اپنی طرف اٹھالیا جنہیں وہ قتل کرنا چاہتے تھے، اور اللہ نے ”بل رفعہ اللہ“ سے ان کے اس دعوے کی تردید کی، یعنی اللہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہود جس جسم کو قتل کرنے کے مدعی ہیں اللہ نے اس جسم کو اپنی طرف اٹھالیا۔

اگر یہاں یہ معنی کیا جائے کہ اللہ نے ان کی روح اپنی طرف اٹھالی تو پھر معنی ٹھیک نہیں بنتا، کیونکہ ترجمہ یوں ہوگا: اور انہوں نے یقیناً انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کی روح کو اپنی طرف اٹھالیا، مطلب یہ ہوگا کہ یہود تو انہیں قتل نہ کرسکے لیکن اللہ نے خود انہیں مار کر ان کی روح اپنی طرف اٹھالی، اس طرح یہود کی تردید کی بجائے تائید ہوگی، وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ چلو ہمارا مقصد تو انہیں مارنا تھا اور وہ مقصد پورا ہوگیا، اللہ نے خود انہیں موت دے کر ان کی روح اٹھالی۔ یہاں یہ بات بھی نہیں کہی جاسکتی کہ اللہ نے اس وقت تو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل ہونے سے بچالیا اور ”بل رفعہ اللہ“ میں جس رفع کا ذکر ہے، یہ اس کے

۸۷ سال بعد ہوا، کیونکہ یہاں ”بل“ کے ساتھ پہلے والی بات کی تردید کی گئی ہے (اسے بل اضرابیہ کہتے ہیں) اور پھر ”بل“ کے بعد ”رفع“ ماضی کا صیغہ لایا گیا ہے جو اس طرف اشارہ ہے کہ یہود کے قتل کرنے کے ارادے سے گرفتار کرنے سے پہلے ہی آپ کا رفع ہو چکا تھا۔

یہاں ہم ملک شام کے معروف عالم شیخ محمود رمضان بوطیؒ کی کتاب ”کبری الیقینیات الکونیہ“ سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں، جس میں انہوں نے مصری عالم شیخ شلتوت کے انکارِ رفع ونزول کے موقف اور تاویلات فاسدہ پر سخت تنقید کرتے ہوئے یہ آیت بڑے سادہ اور آسان فہم انداز میں سمجھائی ہے، شیخ بوطیؒ نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اقتباس تھوڑا طویل ہے لیکن اسے جب تک پورا پڑھا نہ جائے بات سمجھ نہیں آئے گی، لکھتے ہیں:

”فاما عقل العاقل الذی یفهم الکلام العربی عن طریق قواعد اللغة العربیة و دلالتها فهو یفهم من قوله تعالیٰ ”وماقتلوه یقینا بل رفعه الله الیه“ ان الله عزوجل اخفی نبیه عنهم بان رفعه الی سماءه فلم یقعوا منه علی شیء یقتلونه او یصلبونه ، یدلک علی هذا المعنی الفاظ الایة و دلالتها اللغویة۔ وضرورة التقابل الذی ینبغی ان یکون بین ماقبل بل ومابعدها، فلیس لک أن تقول وأنت عربی : لستُ جائعا بل انا مضطجع، وانما تقول : لست جائعا بل انا شعبان ، ولیس لک ان تقول : ما مات خالد بل هو رجل صالح، وانما تقول: ما مات خالد بل هو حی ، ولیس لک ان تقول : ماقتل الامیر بل هو ذو درجة عالیة عند الله ، لان کونه ذو درجة عالیة عندالله لاینافی ان یقتل ، وانما تاتی بل لابطال ما قبلها بدلیل مما بعدها ، لا جرم اذا معنی الأیة : ماقتله الیهود کما زعموا بل ان الله استلبه من بینهم ورفعه الی السماء ، ولکن شیخ شلتوت یابی ان یکون الا ان یکون المعنی: ماقتلوه ، بل رفع الله درجته الیه۔ وذلک علی الرغم من انف القواعد العربیة ودلالتها وعلی الرغم من انف العرب و المفسرین کلهم ، ولک ان تسال امثال الشیخ شلتوت وهم یذهبون فی تفسیر الأیة هذا المذهب: کما معنی ”الیه“ فی الأیة مادام ان الرفع هو رفع الدرجة؟ هل المعنی أن الله جعله الٰهاً مثله؟ واذا لا معنی لک: ان الله رفع مقام فلان الیه، الا أنه جعله فی مرتبه؟ ، ثم ما معنی تقیید رفع الدرجة بحال قصد الصلب او القتل؟ اولم یکن مرفوع الدرجة قبل ذلک ؟ ، اسئلة لا جواب علیها۔ الا استجرار الکلام والتاویل التی لا معنی لها ، خدمة لما استقرّ فی نفوسهم من مرض انکار الخوارق و المعجزات...“

(کبری الیقینیات الکونیہ، ص:۳۳۰، ۳۳۱)

ترجمہ: ”وہ عقل مند آدمی جو عربی کلام اور اس کے قواعد و دلالات کی سمجھ بوجھ رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قول ”وماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ“ سے بخوبی سمجھ لیتا ہے کہ اللہ نے ان (یہود) سے اپنے نبی کو اس طرح چھپایا کہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا، وہ آپ کی گرد کو بھی نہ پا سکے کہ آپ کو قتل کر سکتے یا صلیب پر ڈال سکتے۔ یہ معنی ومفہوم اس آیت کریمہ کے الفاظ اور اس کی لغوی دلالت سے اور حرف ”بل“ کے ماقبل و مابعد میں تقابل کو مدنظر رکھتے ہوئے سمجھ آتا ہے۔ اگر آپ عربی ہیں تو آپ یوں نہیں کہیں گے کہ ”میں بھوکا نہیں ہوں بلکہ میں لیٹا ہوا ہوں۔“ بلکہ یوں کہیں گے: ”میں بھوکا نہیں ہوں بلکہ میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔“ یا آپ یوں نہیں کہیں گے کہ ”خالد کی موت نہیں ہوئی بلکہ وہ نیک آدم ہے۔“ بلکہ یوں کہیں گے: ”خالد کی موت نہیں ہوئی بلکہ وہ زندہ ہے۔“ یا آپ یوں نہیں کہیں گے کہ ”بادشاہ کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ وہ اللہ کے ہاں اونچے مرتبہ پر فائز ہے۔“ کیونکہ اللہ کے ہاں بلند درجہ پر فائز ہونا بادشاہ کے قتل کے منافی نہیں ، جبکہ حرف ”بل“ اپنے مابعد کے ساتھ اپنے ماقبل کی نفی کرنے اور اسے باطل کرنے کے لئے آتا ہے۔ تو لازمی طور پر اس آیت کا یہی معنی ہے کہ یہود نے آپ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کے درمیان میں سے آپ کو آسمان پر اٹھا لیا، لیکن شیخ شلتوت بضد ہیں کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ: یہود نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کا درجہ اپنی طرف بلند کر دیا۔ ان کا بیان کردہ مفہوم عرب اور عربی زبان کے قواعد اور تمام مفسرین کے مخالف ہے۔

شیخ شلتوت جیسوں سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر رفع الیہ سے مراد درجہ کا رفع ہے تو پھر کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرح خدا بنا لیا؟ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ نے فلاں کا مقام ومرتبہ اپنی طرف بلند کرلیا تو سوائے اس کے اور کوئی

مطلب نہیں بنتا کہ اللہ نے اس کا مرتبہ اپنے جیسا اور اپنے برابر کرلیا، پھر یہود کے قتل وصلب کے ارادے کے ساتھ درجات کی بلندی کو مقید کرنے کا کیا مطلب؟ کیا آپ کے درجات اس سے پہلے بلند نہ تھے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جنکا کوئی جواب نہیں سوائے لایعنی تاویلات کے۔ ان تاویلات کا سبب (شیخ شلتوت وغیرہ) کا خوارق اور معجزات کا منکر ہونا ہے۔“

نوٹ: شیخ بوطیؒ نے ایک اور بڑی اہم بات بھی لکھی ہے، ان کا کہنا ہے کہ الازہر کے بعض علماء نے جو شیخ شلتوت کے مرض الوفات کے ایام میں آپ کے ساتھ رہتے تھے، انہیں بتایا تھا کہ شیخ شلتوت نے اپنے آخری ایام میں ان تمام نظریات سے رجوع کرلیا تھا جو وہ امت اسلامیہ سے ہٹ کر رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے تمام پرانے اوراق اور کتب کو جلا دیا تھا، خاص طور پر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کے بارے میں اپنے موقف سے تائب ہوگئے تھے اور جمہور اہل سنت کے موقف کی طرف رجوع کرلیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب!

(کبریٰ الیقینیات الکونیۃ، ص:۳۳۱ حاشیہ)

☆ امام ابن جریر طبریؒ، جنہیں مرزا غلام قادیانی نے ”رئیس المفسرین اور نہایت ثقہ اور ائمہ حدیث میں لکھا ہے۔“ (خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۶۸، خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۶۱ حاشیہ)

یہ رئیس المفسرین اپنی تفسیر طبری میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”(وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا) يعني به إلى مكان ذي علوّ وارتفاع. وقال بعضهم: رُفع إلى السماء السادسة. وقال آخرون: الرابعة۔“

ترجمہ: ”بعض نے کہا کہ انہیں چھٹے آسمان پر لے جایا گیا لیکن دوسروں نے کہا انہیں چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔“

اگر ”توفی“ کا ترجمہ ایک جگہ حقیقی یعنی کسی چیز کو پورا پورا لینا کرتے ہیں تو دوسرے مقامات پر اس کا مجازی معنی یعنی موت کیوں کرتے ہیں وغیرہ؟ تو یہی قادیانی مغالطہ یہاں بھی دیا جاتا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رفع کا معنی جسم سمیت اٹھانا کرتے ہو تو یہی لفظ حضرت ادریس علیہ السلام کے لئے بھی قرآن میں آیا ہے تو وہاں اس کا معنی جسم سمیت آسمان پر اٹھایا جانا کیوں نہیں کیا جاتا؟ اگرچہ جیسا بیان ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ ایک لفظ کا مفہوم یا ترجمہ تمام جگہوں پر ایک ہی ہو، لیکن ہم یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے جسم سمیت آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر بھی کئی کتب تفاسیر میں موجود ہے، آیئے! دیکھتے ہیں:

اس کے بعد امام طبریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت کعب رضی اللہ عنہ، اور حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مختلف روایات نقل کی ہیں، جن میں صاف طور

بقیہ:..... آپ کے مسائل

ج:.... صورت مسؤلہ میں آپ کے والد کے انتقال کے بعد اُن کی جگہ آپ سے بڑے بھائی کو ملازمت پر رکھ لیا گیا، اس وقت آپ نے بھی اجازت دے دی تھی، اس لئے آپ کے بھائی کی ملازمت تو درست ہے اور اب اُن کو جو مراعات مل رہی ہیں، وہ اسی ملازمت کی وجہ سے مل رہی ہیں۔ آپ کے والد کا انتقال ۱۹۹۱ء میں ہوا، اس وقت جو رقم انہیں بقایا جات کے طور پر ملی وہ مرحوم کا ترکہ تھا اور اس میں تمام ورثاء کا حق تھا، اس رقم کو تمام ورثاء میں اُن کے شرعی حصوں کے مطابق رقم میں سے تقسیم کرنا ضروری تھا۔ لیکن اُس وقت سب نے اپنی مرضی سے اُس رقم کو مکان بنانے میں خرچ کردیا، کسی نے بھی اپنے حصہ کو لینے کا مطالبہ نہیں کیا۔ لہٰذا اب اس رقم کو واپس لینے کا مطالبہ کرنا درست نہیں اور سوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مکان ۲۰۰۸ء تک کرایہ کے طور پر تھا، اس کے بعد ان کو لیز دے دیا گیا۔ لہٰذا اگر یہ مکان (کراچی پورٹ ٹرسٹ) نے آپ کے والد مرحوم کو دیا ہے اور لیز میں اُن کے نام ہی کیا گیا ہے تو یہ مرحوم کا ترکہ ہوگا اور اس میں تمام ورثاء کا حق ہوگا اور اگر یہ مکان آپ کے بھائی کو دیا گیا ہے اور اسی کے نام لیز کیا گیا ہے تو یہ صرف اسی کی ملکیت ہوگا اور اس میں کسی دوسرے بہن، بھائی کا حصہ نہیں ہوگا۔

۲:.... آپ کے بھائی نے جو بیوہ عورت سے اُس کی عدت کے دوران نکاح کیا وہ نکاح منعقد نہیں ہوا، کیونکہ عدت کے دوران نکاح کرنا ناجائز ہے۔ بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہوتی ہے، اگر اتنی مدت گزرنے پر دوبارہ نکاح کرلیا تو درست ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پر مذکور ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو زندہ آسمان پر لے جایا گیا۔

(تفسیر طبری، ج:۱۸،ص:۲۱۲)

☆حافظ ابن کثیرؒ جو مرزائیوں کے نزدیک اپنے زمانے کے مجدد تھے۔ (مرزائی کتاب ”عسل مصفی، صفحہ ۱۶۳ تا۱۶۵)

انہوں نے اپنی تفسیر میں اس آیت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت مجاہد، حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایات بیان کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ (تفسیر ابن کثیر، ج:۵،ص:۲۴۱)

☆ امام فخر الدین رازیؒ، یہ بھی قادیانیوں کے مسلمہ چھٹی صدی کے مجدد تھے۔ (بحوالہ: عسل مصفّٰی)

انہوں نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ اس میں حضرت ادریس علیہ السلام کے جس رفع کا ذکر ہے اس میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اس رفع منزلت و مرتبہ مراد ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آیت ”ورفعنا لک ذکرک“ میں بیان ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ: ”أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الرِّفْعَةُ فِي الْمَكَانِ إِلَى مَوْضِعٍ عَالٍ وَهَذَا أَوْلَى، لِأَنَّ الرِّفْعَةَ الْمَقْرُونَةَ بِالْمَكَانِ تَكُونُ رِفْعَةً فِي الْمَكَانِ لَا فِي الدَّرَجَةِ۔“

ترجمہ: ”اس رفع سے مراد ایک بلند جگہ پر اٹھایا جانا ہی ہے اور یہ قول زیادہ بہتر ہے کیونکہ جب رفع کا لفظ مکان کے ساتھ آئے تو اس سے مراد کسی جگہ کی بلندی ہی ہوتا ہے نہ کہ درجہ کی بلندی۔“

آگے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وہی روایات ذکر کی ہیں جن میں حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔ (تفسیر کبیر، ج:۲۱،ص:۵۵۱)

نوٹ: امام رازیؒ نے صاف لکھ دیا کہ جس جگہ ”رفع“ کے ساتھ مکان کا لفظ ہو، وہاں رفع درجات مراد ہو ہی نہیں سکتا۔

☆امام شمس الدین محمد بن احمد قرطبیؒ نے بھی اپنی ”تفسیر قرطبی“ میں اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس و حضرت کعب رضی اللہ عنہم کی وہی روایات ذکر کی جس میں حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔

یہی بات ”تفسیر روح المعانی، تفسیر در منثور، تفسیر معالم التنزیل، الخصائص الکبری للبیھقی، فتح الباری، عمدۃ القاری، مرقات شرح مشکاۃ“ وغیرہ میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ ان کو زندہ جسم سمیت آسمان پر اٹھایا گیا (طلب کرنے پر حوالہ جات پیش کیے جاسکتے ہیں):

”رفع“ کا معنی دوسرا مرزائی خلیفہ مرزا محمود اپنی (نام نہاد) تفسیر کبیر میں لکھتا ہے کہ:

”رفع کا لفظ جب اجسام کے لئے استعمال ہو تو کبھی اس کے معنی ان کو ان کی اصل جگہ سے بلند کرنے کے ہوتے ہیں اور کبھی درجہ اور فضیلت دینے کے۔“ (تفسیر کبیر از مرزا محمود، ج:۳،۳۶۱)

مرزا قادیانی نے ”بل رفعه الله الیه“ میں ”رفع“ کا ایک من گھڑت معنی بھی لکھا ہے، جو نہ کسی لغت میں ہے اور نہ کسی عرب کے دماغ میں اس کا خواب وخیال بھی گذرا، لکھتا ہے کہ:

”جاننا چاہئے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔“

(خزائن، ج:۳،ص:۴۲۳)

کیا مرزا قادیانی کا کوئی پیروکار لفظ ”رفع“ کا معنی ”عزت کی موت“ ثابت کرسکتا ہے؟ ☆...☆

تحفظ ختم نبوت کانفرنس، بدین

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بدین کے زیر اہتمام ۲۴ر دسمبر ۲۰۲۴ء بروز منگل بعد نماز عشاء مہران چوک بدین میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ نقابت کے فرائض راقم (مولانا) محمد حنیف سیال مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بدین اور مولانا طیب محمود صدیقی نگران مجلس گولارچی ضلع بدین نے سرانجام دیئے۔ کانفرنس میں تلاوت کی سعادت قاری عبدالرزاق جمالی نے حاصل کی۔ مولانا حافظ شاہ رخ اور حافظ یاسین نے حمد ونعت پیش کیں۔ کانفرنس سے پیر طریقت حضرت مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی، حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، قاری عبدالواحد امیر جمعیت علمائے اسلام، مولانا صبغت اللہ جوگی، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد رضوان، مولانا شاکر اللہ، مولانا عبداللہ چغرزئی نے خطاب کیا۔ مقامی علمائے کرام اور عوام الناس نے بھرپور شرکت کی، تمام ساتھیوں نے سخت سردی کے باوجود دن، رات بھرپور محنت کی۔ حاجی عبدالمجید نے مہمانوں کی خوب خدمت کی۔ راقم (مولانا) محمد حنیف سیال مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بدین نے تمام شرکائے کارکنان اور انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ

چند یادداشتیں

مرسلہ:... مولانا محمد طلحہ رحمانی

عزیز از جان پیارے چھوٹے بھائی مفتی حذیفہ رحمانی سلمہ اللہ نے دادا جان محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمہ اللہ پر بڑے بھائی جان حفظہ اللہ کی چند یادداشتوں کو جمع کرکے لکھا ہے۔ آپ بھی پڑھیں!

ہمارے دادا جان حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ، جو کہ حضرت شیخ الہند اور حضرت سہارنپوری رحمہا اللہ تعالیٰ کے شاگرد اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور مظاہر العلوم سہارنپور کے صدر المدرسین تھے۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۶۵ کو حضرتؒ کا انتقال ہوا، اس مناسبت سے ان کے کچھ واقعات اور ان کی کچھ اعلیٰ صفات کا تذکرہ کرنا چاہوں گا، تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان صفات سے متصف فرمائے، آمین!

ہمارے بھائی جان حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن رحمانی مدظلہ جو کہ خود بھی سلسلۂ قادریہ کے صاحب نسبت بزرگ ہیں اور بزرگوں کے صحبت یافتہ وفیض یافتہ ہیں، اور حضرت مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم نعمانی چشتیؒ اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم سمیت کئی بزرگوں کے مجاز ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے بزرگوں سے ملاقات اور فیض یابی کا بہت ذوق عطا فرمایا ہے، اکثر و بیشتر وہ بزرگوں سے ملاقات کے لئے ملک کے طول وعرض میں سفر کرتے رہتے ہیں، کبھی کبھی کسی بزرگ سے دادا جان یا ابا جان رحمہا اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی بات معلوم ہوتی ہے تو ہم بھائیوں سے بھی اس کا تذکرہ کرکے یادداشتوں میں لکھنے کی تلقین کردیتے ہیں۔ ان کی زبانی سنے ہوئے

’’مفتی‘‘ ایک منصب، ایک ذمہ داری! — محسن جان محسن

استاذ محترم حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ پاکستان میں مفتی کورس کا کوئی تصور ہی نہیں تھا، جب ہم دونوں بھائیوں نے درس نظامی مکمل کیا تو ہمارے والد صاحب نے فقہ میں مہارت حاصل کرنے اور فتویٰ دینے کے لئے ہمیں ایک نصاب بنا کر پڑھایا اور اس کے بعد دوسری شرط یہ رکھی کہ اس نصاب کو پڑھنے کے بعد آپ نے بیس تیس سال کسی ماہر مفتی کی نگرانی میں مشق کرنا ہے۔ اس تربیت کے بعد بڑے مشورہ کریں گے، اگر ان کو تسلی ہوئی تو آپ کو ’’مفتی‘‘ لقب مل سکتا ہے، ورنہ نہیں۔ آج بھی دارالعلوم کراچی میں کئی سفید ریش علماء کو مفتی لکھنے کی اجازت تا حال نہیں مل سکی۔ گویا نصاب کے ساتھ ’’مفتی‘‘ بننے کے لئے دو چیزیں لازم تھیں:

۱:۔۔۔کم از کم بیس سال تربیت وتمرین۔ ۲:۔۔۔بڑوں کا اعتماد

استاذ جی نے شکوہ کیا ہے کہ آج کل تو تخصص کے درجے میں داخلہ لیتے ہی بعض طالب علم اپنے نام کے ساتھ ’’مفتی‘‘ لکھنا شروع کردیتے ہیں۔ یہی بے احتیاطی ہے کہ ہر جگہ مفتی ملتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند میں جب کوئی سائل مسئلہ پوچھنے آتا تو ہر مفتی یہ کہہ کر اس کو دوسرے کے پاس بھیجتے کہ میں چھوٹا ہوں، اس عالم سے پوچھیے! وہ مجھ سے بڑا ہے۔

آج کل ہر کوئی خود کو بڑا کہتا ہے۔ اصل میں المیہ یہ ہے کہ صرف ایک سالہ و دو سالہ نصاب رہ گیا، تربیت کی شرط کو حذف کردیا گیا اور بلا کسی امتحان واطمینان کے، ہر کوئی خود کو ہی مفتی لکھنا شروع کردیتا ہے۔ ہم نے بڑوں سے سنا ہے کہ مفتی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے، اس کی مہر سے عام آدمی کے لئے کوئی چیز حرام بھی بن جاتی ہے اور حلال بھی۔

یاد رکھیے! اہلیت کے بغیر جب کوئی کسی منصب وعہدہ کو سنبھالتا ہے تو اداروں کے ادارے بلکہ معاشرے برباد ہوجاتے ہیں۔ مفتی کوئی عہدہ نہیں بلکہ ایک ذمہ داری ہے، حتی المقدور خود کو بلاضرورت اس ذمہ داری سے بچانا چاہیے۔ ☆☆

دادا جان کے بارے میں اکابر امت کے چند تاثرات پیش خدمت ہیں:

’’مَلَکٌ صورتًا و سیرتًا‘‘ سلسلۂ قادریہ کے بزرگ حضرت اقدس مولانا سید جاوید حسین شاہؒ سفر کراچی کے دوران ہمارے بھائی جان صاحبزادہ پیر عزیز الرحمٰن رحمانی کے ہاں ان کی خانقاہ تشریف لائے، مجلسِ ذکر بھی کرائی اور بیان بھی فرمایا، مجلس میں بھائی جان کو فرمایا کہ ہمارے استاذ حضرت مولانا عبدالستارؒ دورانِ درس حضرت کامل پوریؒ کا جب بھی تذکرہ فرماتے تھے تو ان کا نام لینے سے پہلے فرماتے تھے کہ:’’ہمارے استاذ مَلَکٌ صورتًا و سیرتًا حضرت اقدس مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ یہ فرمایا کرتے تھے۔‘‘

ماہنامہ الفرقان ماہ ربیع الاول سن ۸۶ء میں حضرت مولانا منظور نعمانیؒ، دادا جان کامل پوریؒ کی وفات پر تعزیتی مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں:

’’اہل اللہ کے الوان (رنگ) مختلف ہوتے ہیں، کسی پر کسی رنگ کا غلبہ ہوتا ہے، کسی پر کسی صفت کا، اس عاجز کو حضرت مولانا مرحوم کی چند دفعہ صرف زیارت ہی نصیب ہوئی ہے۔ اپنا احساس اور تاثر یہ ہے کہ حضرت ممدوح اپنی صورت اور سیرت کے لحاظ سے ان خاصّانِ خدا میں سے تھے، جو غلبۂ ملکیت کی وجہ سے ملائکہ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں، حضرت کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ:’’کأنّ الملک نزل من السماء!۔‘‘

بھائی جان نے سنایا کہ حضرت مولانا عبدالستارؒ (استاذ الحدیث خیرالمدارس) سے ملاقات کے لئے ان کے گھر حاضری ہوئی تو فرمایا کہ خیرالمدارس کے سالانہ جلسے میں حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے حضرت کامل پوریؒ کو دیکھتے ہوئے اپنے بیان میں فرمایا کہ روزِ قیامت اللہ پاک نے سوال کیا کہ کیا لے کر آیا ہے؟ تو بتاؤں گا کہ ’’عبدالرحمٰن کامل پوری کو دیکھ کر آیا ہوں۔‘‘

حضرت مولانا سبحان محمودؒ (سابق شیخ الحدیث و ناظم دارالعلوم کراچی) نے بھائی جان صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمٰن رحمانی کو فرمایا کہ دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد میری کوئی نماز آج تک ایسی نہیں گزری جس میں‘ میں نے حضرت استاذ کامل پوریؒ اور اپنے والد کے لئے ایصال ثواب نہ کیا ہو! حضرت کامل پوری میرے استاذ بھی تھے اور میرے شیخِ اول بھی۔

ہمارے والد صاحب امام اہلسنت مفتی احمد الرحمٰنؒ کے شاگرد خاص حضرت مولانا حسن الرحمٰنؒ نے سنایا کہ حضرت کامل پوریؒ حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ کی شادی کے لئے کراچی تشریف لائے اور جامعہ میں قیام فرمایا تو حضرت بنوریؒ جو حضرت کامل پوریؒ سے بے انتہا محبت رکھتے تھے، نے فرمایا کہ:’’جب سے حضرت تشریف لائے ہیں، طلبہ کو تہجد اور فجر کے لئے کسی ناظم کو اٹھانے کی ضرورت پیش نہیں آئی، تمام طلبہ وقت پر مسجد پہنچ جاتے ہیں۔‘‘

اللہ پاک ان کے درجات عالیہ کو بہت بلند فرمائے اور ان کی اولاد اور نسل کے ہر ہر فرد کو ان کی صفاتِ خاصہ کا بہت بڑا حصہ عطا فرمائے، آمین!

☆☆ .... ☆☆

انتخابِ حَسِین از ابوالحُسین

’’زندہ قومیں اپنے اسلاف کو فراموش کرنے کے بجائے ان کی نقش پا سے راستے ڈھونڈتی ہیں، ان کی سیرت وسوانح کے آئینۂ صافی کو سامنے رکھ کر اپنی سیرت و کردار کو ڈھالتی ہیں، ان کے نقوش زندگی سے شخصیت سازی کا کام لیتی ہیں، اور ان کی ایک ایک ادا کو تاریخ کے اوراق میں محفوظ کر کے آنے والی نسلوں کی راہنمائی کا سامان کرتی ہیں۔

مسلمان ایک زندہ قوم ہے اور اسلاف سے وابستگی اس کا امتیاز و اختصاص ہے، نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف بری کو چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، مگر بحمد للہ! آج بھی مسلمانوں کے پاس نبیٔ امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا ریکارڈ نہ صرف محفوظ ہے، بلکہ ان کے قلب و دماغ پر نقش کالحجر ہے، صرف یہی نہیں بلکہ ایک ایک صحابیٔ رسول، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ اور اسلاف امتؒ کی محنت وجدوجہد، زہد واتقاء اور قربانیوں کی تاریخ اور نقوش زندگی کی پوری تفصیلات ٹھیک اسی طرح محفوظ ہیں، جس طرح کسی عینی شاہد کے قلب و دماغ پر کسی شخصیت کے بارے میں معلومات کا ذخیرہ موجود ہوتا ہے۔‘‘ (بحوالہ: بزمِ حُسَین، ج:۱، ص:۷، ۱۸، از: حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ)

امیر المومنین سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کارنامے

چوتھی قسط

حضرت مولانا سیّد محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ

وفات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ میں اضطراب وانتشار:

صحابہ کرامؓ میں کسی کے ذہن میں یہ بھی بات نہیں تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی جلدی وفات پاجائیں گے اور ہمیں ماہی بے آب کی طرح تڑپتا چھوڑ جائیں گے، اسی وجہ سے بعض حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا یقین نہ آیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے لوگوں میں اضطراب و انتشار کی لہر دوڑ گئی اور یہ سوچنے لگے کہ اب کیا ہوگا؟

یہود اور دشمنانِ اسلام کے یہاں شادیانے بجنے لگے اور یہ سمجھنے لگے کہ اب تو ہم مسلمانوں کو تر نوالہ کی طرح کھا کر ختم کردیں گے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع:

اسی اضطراب وانتشار کے عالم میں مدینہ منورہ کی مشہور جگہ ''سقیفہ بنی ساعدہ'' میں بعض صحابہ کا اجتماع ہوا کہ اب کیا کیا جائے؟ کسی کا مشورہ تھا کہ کسی انصاری کو خلیفہ بنالیا جائے، کسی کی رائے تھی کہ کسی مہاجر کو خلیفہ بنایا جائے، بعض حضرات نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک خلیفہ مہاجرین میں سے اور دوسرا انصار میں سے یعنی دو خلیفہ مقرر کرلیے جائیں تاکہ کسی کو شکایت کا موقع نہ رہے۔ مگر اس مسئلہ میں مزید خلفشار کی صورت پیدا ہوگئی، جب حالات خراب ہونے لگے تو بعض صحابہ کرام دوڑے ہوئے مسجد نبوی میں حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین کے بندوبست میں مصروف تھے، ان صحابہؓ نے دونوں حضرات کو بتلایا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں لوگ جمع ہیں اور مسئلہ خلافت پر اختلاف بڑھتا جارہا ہے، آپ حضرات چل کر اس قضیہ نامرضیہ کو نمٹائیں، دونوں حضرات جلدی جلدی وہاں پہنچے، دیکھا تو واقعی معاملہ دگرگوں اور حالات قبضہ سے باہر ہوتے جارہے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کے جذبات دیکھے اور کھڑے ہوکر تقریر فرمائی اور فرمایا: ''اے میرے بھائی مہاجرین وانصار! یہ نازک وقت ہے، آپس میں لڑنے جھگڑنے کا وقت نہیں۔''

حضرت ابوبکرؓ کی تقریر کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت بشیر بن سعدؓ انصاری حضرات نے کھڑے ہوکر کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مہاجر تھے، اس لئے خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہئے۔

ان دونوں حضرات کے بعد دوبارہ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اس مجمع میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوعبیدہ دو بزرگ صحابہؓ موجود ہیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ حضرات ان دونوں میں سے کسی کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کرلیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ دونوں نے قسم کھاتے ہوئے کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے ہماری حیثیت کیا ہے! آپ ہجرت کے سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیقِ سفر اور رفیقِ غار رہے، مرض الوفات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مسجد نبوی میں امامت فرمائی۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے خود حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرکے لوگوں کی راہنمائی فرمائی، اس کے بعد صحابہ کرامؓ بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے، اگرچہ حضرت صدیق اکبرؓ اخیر وقت تک یہ ذمہ داری قبول کرنے سے انکار ہی کرتے رہے۔

مختصر یہ حضرت عمر فاروقؓ کی فراست سے، کشت وخون کا بازار گرم ہونے کا جو خطرہ پیدا ہوگیا تھا، وہ ذرا سی دیر میں ختم ہوگیا، اور دشمن ہاتھ ملتے رہ گئے۔

تاریخ خلافت:

حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت سعید بن مسیبؓ کی روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد (بیعتِ خلافت) اسی دن ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری یوم دوشنبہ (پیر) کو ہوئی، خلافت کے

وقت آپؓ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ (تاریخ الخلفاء)

یہ بیعت خاصہ تھی، کیونکہ یہاں تمام صحابہ کرامؓ موجود نہ تھے۔ جو تھے، انہوں نے بیعت کرلی۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں عام لوگوں نے بیعت کی اس کو بیعتِ عامّہ کہتے ہیں۔

وفاتِ رسول سے اٹھ کھڑے ہونے والے مسائل:

اسلام میں خلافت اور خلیفۂ اسلام کی بڑی اہمیت اور اونچا مقام ہے، اسی لئے صحابہ کرامؓ نے وفات رسول کے بعد سب سے پہلے اس مسئلہ پر توجہ دی تاکہ آئندہ پیش آنے والے واقعات میں راہنمائی حاصل کرتے رہیں، جیسا کہ آگے بیان ہونے والے واقعات سے اندازہ ہوتا ہے۔

وفاتِ رسول کے بعد سب سے پہلا اختلاف:

خلیفہ بننے کے بعد حضرت صدیقؓ کو سب سے پہلے اس مسئلہ سے واسطہ پڑا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے؟ بعض حضرات کہتے تھے کہ آپ کی جائے ولادت یعنی مکہ معظمہ لے جاکر دفن کیا جائے، بعض کہتے تھے کہ مسجد نبوی میں ہی دفن کیا جائے، بعض حضرات کی رائے تھی کی مدینہ منورہ کے گورستان یعنی جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔

صدیق اکبرؓ کی طرف سے راہنمائی:

خلیفۃ المومنین نے لوگوں کے سامنے انکشاف کیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود سنا ہے کہ پیغمبر کی جس جگہ وفات ہوتی ہے، اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے۔ (ترمذی)

خلیفۃ المومنین سے یہ فرمان سن کر سب اس بات پر متفق ہوگئے کہ وفات کی جگہ پر ہی دفن کیا جائے۔ غور کیجئے! اگر صدیق اکبرؓ خلیفۃ المسلمین نے اس مسئلے میں راہنمائی نہ فرمائی ہوتی تو یہی ایک مسئلہ خلفشار کا سبب بن جاتا اور دنیا یہ کہتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار اور فداکاروں نے اپنے نبی کی آنکھ بند ہوتے ہی سب احترام ختم کردیا۔

غسل کے مسئلہ میں اختلاف اور قدرت کی طرف سے راہنمائی:

مدفن کا مسئلہ طے ہوجانے کے بعد سوال پیدا ہوا کہ آپ کو غسل دیا جائے یا نہ دیا جائے؟ بعض حضرات کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مجسم طیب و طاہر ہیں، اس لئے غسل کی ضرورت ہی نہیں، لیکن اکثریت غسل کے حق میں تھی، مگر اس میں اختلاف تھا کہ آپ کو غسل کپڑے اتار کر دیا جائے یا پہنے پہنے؟ یہ اختلاف چل ہی رہا تھا کہ تمام حاضرین پر غنودگی طاری ہوگئی اور تمام لوگوں کے کانوں میں ایک غیبی آواز آئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے۔

نمازِ جنازہ کے متعلق سوال:

غسل کے فیصلہ کے بعد لوگوں نے خلیفۃ المومنین سے سوال کیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں پڑھی جائے گی! مگر امام کوئی نہ ہوگا، کیونکہ جیسے زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے امام تھے، اسی طرح وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے امام ہیں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کو ایک تخت پر لٹا کر حجرۂ عائشہؓ میں رکھ دیا گیا، سب سے پہلے حضرات اہلبیتؓ نے، پھر مہاجرین نے، پھر انصار نے، پھر عام مسلمانوں نے، پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے ترتیب وار نماز ادا کی۔ اس نماز میں مخصوص دعا لوگوں کو پڑھنے کے لئے بتلادی گئی تھی۔ چونکہ حجرۂ عائشہ چھوٹا تھا، اس لئے جتنی گنجائش تھی اتنے لوگ اندر جاکر دعا پڑھ کر باہر آجاتے پھر دوسرے لوگ چلے جاتے۔ غرض یہ کہ یہ سب کام خلیفۃ المسلمین کے حکم کے مطابق ہوتے رہے۔ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد آپؓ کا یہ سب سے اہم کارنامہ تھا۔ جس نے صحابہ کرامؓ کے زخمی دلوں پر مرہم کا کام کیا۔

داخلی فتنوں کی سرکوبی:

اگرچہ آپؓ کی مدتِ خلافت صرف دو سال تین ماہ نو دن ہے، جو انگلیوں پر شمار کرتے کرتے ختم ہوجاتی ہے، لیکن اس مختصر سی مدت میں داخلی اور خارجی فتنوں نے چین سے نہیں بیٹھنے دیا، اور یہ آپ ہی کی ہستی تھی کہ ان مسائل وفتن کا اولوالعزمی و مستقل مزاجی سے کامیاب مقابلہ کیا اور یہ خداداد صلاحیت وکرامت تھی۔

داخلی فتنے اور جیشِ اسامہؓ کو روک لینے کا مشورہ:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ایک دم یہ خبریں آنی شروع ہوگئیں کہ قرب وجوار کے بہت سے عیسائی اور یہودی جو مسلمان ہوگئے تھے، مرتد ہونے شروع ہوگئے ہیں اور یہ لوگ مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کررہے ہیں۔ ان وحشت ناک خبروں سے متاثر ہوکر حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور بہت سے دوسرے صحابہ کرامؓ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابھی جیشِ اسامہ

کو چند روز کے لئے روک لیں، جب حالات درست ہوجائیں تب بھیج دیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن مدینہ خالی سمجھ کر حملہ کردیں۔

مشورہ دینے والوں کو خلیفۃ المومنین کا جواب:

آپؓ نے جواب دیا: جس لشکر کو بھیجنے کا حکم میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا، میں اس کو ہرگز نہ روکوں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے چند روز قبل حضرت اسامہؓ (جن کی عمر سترہ سال تھی) کی سرکردگی میں ایک لشکر شام کی طرف حملہ کے لئے روانہ کرنے کا حکم دیا تھا، مگر یہ لشکر آپ کی بیماری کی وجہ سے جُرف (چھاؤنی) میں جا کر رُک گیا تھا، اتنے میں آپ ﷺ کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔

اس کے بعد امیر لشکر حضرت اسامہؓ کو کچھ ہدایات دے کر رخصت کردیا، حضرت اسامہؓ گھوڑے پر سوار اور خلیفۃ المومنین ان کے ساتھ پیدل رخصت کرنے گئے، حضرت اسامہؓ نے عرض کیا: اے خلیفۂ رسول! میں سواری سے اتر جاتا ہوں، آپ سوار ہوجائیں، آپ نے فرمایا: نہ میں سوار ہوں گا اور نہ تمہیں سواری سے اترنے دوں گا۔

خدا نے کیا! چالیس دن یہ لشکر دشمن پر فتح حاصل کرکے واپس آ گیا، اس فتح کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار کے حوصلے پست ہوگئے اور مسلمانوں کے خلاف تمام منصوبے خاک میں مِل گئے۔ (تاریخ الخلفاء)

مرتدین سے جنگ:

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حضرت اسامہؓ جس طرف سے گزرتے تھے، جو قبیلہ اس راستہ میں آباد مرتد ہونے کا ارادہ رکھتا تھا تو وہ خوف زدہ ہوکر کہنے لگتا: معلوم ہوتا ہے مسلمان اب بھی طاقتور ہیں، ورنہ ایسے وقت میں تو کسی دوسرے ملک پر حملہ کی بجائے اپنے ملک کے بچاؤ کا فکر کرنا چاہئے تھا! مختصر یہ ہے کہ جب یہ لشکر شام کی سرحد میں داخل ہوا تو طرفین میں مقابلہ ہوا اور مسلمان خدا کے فضل سے کامیاب رہے۔

حضرت عروہؓ کا بیان ہے کہ حضرت صدیقؓ مہاجرین و انصار کے ساتھ مرتدین سے جنگ کرنے کے لئے نکلے اور نجد کے قریب پہنچ کر مرتدین کو شکستِ فاش دی، لوگوں نے آپ سے عرض کیا: آپ مکان واپس تشریف لے جائیے اور لشکر پر کسی اور کو امیر بنادیجئے، جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو آپ واپس ہوئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر مقرر فرما کر ہدایت دی کہ اگر لوگ اسلام لے آئیں (یعنی دوبارہ اسلام لے آئیں اور زکوٰۃ ادا کردیں) تو واپس آجاؤ۔

مانعین زکوٰۃ سے جہاد:

جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بعض مسلمانوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ نبی کی وفات کے بعد زکوٰۃ دینے کی ضرورت نہیں، بس نماز پڑھ لیا کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد بعض لوگ مرتد ہوگئے اور بعض کہنے لگے کہ ہم تو نماز پڑھیں گے، مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے، اس پر حضرت عمرؓ نے خلیفۃ المومنین حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا: اے خلیفۂ رسول اللہ! یہ وقت بڑا نازک ہے، اس لئے اس وقت سختی کے بجائے نرمی سے کام لیں۔ حضرت عمرؓ کی یہ بات سن کر آپ کو غصہ آ گیا اور فرمایا: ”یاعمر أجبار فی الجاهلية وخوار فی الاسلام“ (اے عمر، افسوس! زمانۂ جاہلیت میں تم اتنے سخت تھے اور اسلام لانے کے بعد اتنے نرم اور پست ہمت ہوگئے)۔

حضرت عمرؓ نے قسم کھا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا شرح صدر فرمادیا تھا، پھر میں نے سمجھ لیا کہ حضرت صدیقؓ حق پر ہیں اور آپ نے مانعین زکوٰۃ سے ایسے ہی جہاد کیا جیسے کافر سے۔

آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر بنا کر مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی کے لئے بھیجا تو آپ نے ہدایت فرمائی کہ جو شخص ارکانِ اسلام میں سے ایک کا بھی انکار کرے، اس سے مقاتلہ کرنا اور ان سے ایسے ہی لڑنا جیسے تمام (پانچواں) ارکان کے منکر سے لڑا جاتا ہے۔

حضرت خالدؓ کا بنی اسد اور قبیلۂ غطفان سے مقابلہ ہوا، جس میں بہت سے مرتدین قتل ہوئے، بہت سے گرفتار کرلئے گئے، باقی دوبارہ تائب ہوکر اسلام میں واپس آ گئے۔

اسی طرح عرب کا ایک مشہور قبیلہ ”بنو تمیم“ تھا، جس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا تو خلیفۃ المومنین نے اس کی سرکوبی کے لئے بھی حضرت خالدؓ کو بھیجا، جب ان لوگوں کو حضرت خالدؓ کی آمد کا معلوم ہوا تو بڑے گھبرائے اور باطل خیال سے توبہ کرکے اسلام میں واپس آ گئے۔ کچھ لوگ اپنی بات پر جمے رہے، وہ مقابلہ میں مارے گئے۔

(جاری ہے)

کسبِ حلال کی اہمیت

گزشتہ سے پیوستہ

مولانا مفتی محمد راشد ڈسکوی

یہ دنیا انہماک کی چیز نہیں ہے کہ دن رات آدمی اسی دنیا کی فکر میں منہمک رہے اس کے علاوہ کوئی فکر اور دھیان انسان کے دماغ میں نہ رہے، جناب نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک لمبی دعا ہے جس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کم ہی ایسا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی مجلس سے اپنے صحابہ کے لیے یہ دعا کیے بغیر اٹھے ہوں، اس دعا کا ایک جملہ یہ ہے:

”اَللّٰھُمَّ ... لَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا أَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا۔“ (سنن الترمذی، الرقم:۳۵۰۲)

ترجمہ: ”دنیا کو ہمارا بڑا غم/ مقصد نہ بنا دے، اور نہ ہمارے علم کی انتہا بنا (کہ ہمارا سارا سیکھنا سکھانا صرف دنیا کی خاطر ہو)۔“

اس دعا میں ہمارے لیے پیغام ہے کہ ہم دنیا کمانے کو ہی اپنا مقصد اصلی نہ بنالیں، جیسا کہ آج ہم نے اپنے دماغوں پر یہ مسلط کیا ہوا ہے کہ پیسہ کہاں سے آئے، اور اس میں اضافہ کس طرح ہو، اچھا محل بنگلہ کیسے بنے، مہنگی سے مہنگی کار گاڑی کیسے حاصل ہو، جدید سے جدید موبائل وغیرہ کس طرح حاصل کیا جائے، چنانچہ اس غم اور اس مقصد کو پورا کرنے کی خاطر نہ ہم دن دیکھتے ہیں، نہ رات، نہ حلال حاصل کی پرواہ ہے اور نہ حرام سے بچنے کی فکر۔ یاد رکھیں یہ اسلام کی تعلیمات نہیں ہیں، یہ جناب نبی اکرم ﷺ کا طرزِ عمل نہیں ہے۔

حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَا أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَأَكُونَ مِنَ التَّاجِرِينَ، وَلٰكِنْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ {سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ. وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی يَأْتِيَکَ الْيَقِينُ۔“

(مشکوٰۃ المصابیح، الرقم:۵۲۰۶)

ترجمہ: ”میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو جاؤں، بلکہ میری طرف تو یہ وحی کی گئی ہے کہ ”اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں، اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں حتیٰ کہ آپ وفات پا جائیں۔“

ملا علی قاریؒ اس حدیث میں موجود لفظ: ”مَا أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَأَكُونَ مِنَ التَّاجِرِينَ“ کے تحت لکھتے ہیں کہ اس سے مراد مال کو جمع کرنے میں غلو کرنے اور تجارت میں غلو کی حد تک مشغول رہنے کی وحی نہیں بھیجی گئی۔ (مرقاۃ المفاتیح:۸/۳۲۵۹)

یعنی: ضرورت کی حد تک مال کو جمع رکھنا، یا تجارت میں لگنا جائز ہے، لیکن اس میں ایسا غلو کرنا کہ دین کے دیگر فرائضِ منصبیہ میں ہی کوتاہی ہونے لگے، یہ جائز نہیں ہے۔

> ضرورت کی حد تک مال کو جمع رکھنا یا تجارت میں لگنا جائز ہے، لیکن اس میں ایسا غلو کرنا کہ دین کے دیگر فرائضِ منصبیہ میں ہی کوتاہی ہونے لگے، یہ جائز نہیں ہے

کمائے ہوئے مال کی محبت کو دل میں رچا بسا لینے سے بچنا ہے:

غور کیا جائے کہ قدم قدم پر اسلام میں انسان پر خرچ کرنے کو لازم کیا گیا ہے، اُس کو صدقہ وخیرات کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، کہیں روزانہ صدقہ نفلی کی ترغیب ہے تو کہیں صدقۂ وجوبی کی، اس میں مال کی زکوٰۃ بھی ہے،

اور فصلوں کا عشر بھی، اس میں انسانی جرائم کے پیش آنے کی صورت میں تعزیراتی خرچ کفارہ (قسم، صوم، ظہار) اور دیت وضمان وغیرہ بھی ہے، انسانی فلاح وبہبود میں خرچ کرنا بھی ہے، اور اسلامی اوقاف مساجد ومدارس، دعوت وتبلیغ اور جہاد میں خرچ کرنا بھی۔ یہ سب اس لیے کہ اس مال کی محبت ہمارے دل میں رچ بس نہ جائے، دل میں تو اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہی ہونی چاہیے اور بس۔

حلال کمائی سے خرچ کرنے کی فضیلت:

ایک روایت میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَيُّمَا رَجُلٍ كَسَبَ مَالًا مِنْ حَلَالٍ فَأَطْعَمَ نَفْسَهُ، وَكَسَاهَا، فَمَنْ دُونَهُ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ لَهُ زَكَاةٌ"

(المستدرک علی الصحیحین، الرقم: ۷۱۷۵)

ترجمہ: "جس آدمی نے حلال مال کمایا، پھر اس کو اپنی ذات پر (خرچ کیا)، یا دوسری اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو کھلایا، یا (اس مال میں سے) کپڑا پہنایا تو اُس کے لیے یہ چیز پاکیزگی وطہارت کا ذریعہ بنے گی۔"

خرچ کرنے کے اعتبار سے قرآن وسنت کی روشنی میں یہ منزل دکھائی دی گئی ہے کہ اپنی آمدن کے تین حصے کیے جائیں، ایک حصہ: راہِ خدا میں خرچ کردیا جائے، ایک حصہ: اپنے اہلِ خانہ، اعزہ واقرباء پر خرچ کردیا جائے اور ایک حصہ: واپس اپنے ذرائع آمدن میں ہی لگا دیا جائے۔ راہِ خدا اور اہلِ خانہ میں حق طریقے سے خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہونے اور انسان کی اصل ضرورت پیش آنے کے وقت یعنی: روزِ محشر میں اصل خرچ کردہ مقدار سے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس مل جانا بتلایا گیا ہے:

حضرت حسن رحمہ اللہ سے مرسلاً منقول ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا: "يَا ابْنَ آدَمَ! أَوْدِعْ مِنْ كَنْزِكَ عِنْدِي لَا حَرَقَ، وَلَا غَرَقَ، وَلَا سَرَقَ، أُوفِيكَهُ أَحْوَجَ مَا تَكُونُ إِلَيْهِ"، وَقَدْ رُوِّينَاهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ إِذَا اسْتُوْدِعَ شَيْئًا حَفِظَهُ۔"

(شعب الایمان للبیہقی، الرقم: ۳۰۷۱)

ترجمہ: "اے آدم کے بیٹے! اپنے خزانے میں سے میرے پاس اپنے مال میں سے کچھ جمع کرواتے رہو، (میرے پاس حفاظت کا ایسا نظام ہے کہ میرے پاس تمہارا جمع کیا ہوا مال) نہ آگ میں جلے گا، نہ پانی میں ڈوبے گا اور نہ ہی وہ چوری ہوسکے گا، میں اُس وقت تمہیں (تمہارا میرے پاس جمع کروایا ہوا مال پورے کا) پورا واپس لوٹا دوں گا (اس وقت) جب تمہیں اس مال کی (دنیا سے) زیادہ ضرورت ہوگی۔"

کسبِ حلال میں لگنے کی شرعی حیثیت:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ" (السنن الکبریٰ للبیہقی، الرقم: ۱۱۶۹۵)

ترجمہ: "حلال روزی کمانا فرائضِ (لازمہ) کے بعد فریضہ ہے۔"

یہ حدیث مبارکہ الفاظ کے اعتبار سے تو بہت مختصر سی حدیث ہے، لیکن یہ چھوٹا سا جملہ اپنے اندر علوم ومعارف کا ایک خزانہ سمیٹے ہوئے ہے، اس حدیث مبارک میں جناب نبی اکرم ﷺ نے دین کا ایک مبارک اور عظیم اصول ذکر فرمایا ہے کہ رزق حلال کو طلب کرنے کی کوشش میں لگنا اسلام کے اولین فرائض (مثلاً: ارکان اسلام: نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ) کے بعد دوسرے درجہ کا فریضہ ہے، اس حدیث مبارک کے ذریعے یہ ذہن دیا گیا ہے کہ رزق حلال کی طلب میں لگنا بھی دین ہے، دین کا ہی حصہ ہے، یہ دنیا نہیں ہے، اور اس دین کے بے شمار فضائل احادیث مبارکہ میں بتلائے گئے ہیں، بشرطیکہ اس کو صحیح طریقے سے کرے، اور نبی اکرم ﷺ کی رزق کے حصول سے متعلق مبارک تعلیمات کے مطابق کرے۔

طلبِ حلال کی فرضیت کی وجہ:

حلال مال کی طلب کو فرض اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ دین کے بہت سے فرائض (مثلاً: اقرباء واعزہ میں سے مختلف افراد کا نان ونفقہ، زکوٰۃ، حج، حج کے دوران ہو جانے والی کوتاہیوں کی وجہ سے واجب ہونے جانے والا دم، صدقہ، کفارات: جیسے: کفارہ قسم، کفارہ صوم، کفارہ ظہار، دیت، دم جنایات، ضمانات وغیرہ، نیز! تمام مصارفِ خیر مسجد، مدرسہ، انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کوششیں) معاش پر ہی موقوف ہیں۔

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر للمناوی: ۲/۱۱۶)

کسبِ حلال میں لگنے کا حکم کس کس کے لیے؟:

تاہم حصول معاش میں لگنے کا یہ حکم ہر

شخص کے لیے نہیں ہے، وہ افراد جن کا نان ونفقہ دوسرے کے ذمہ ہے، (جیسے: بیوی، نابالغ اولاد، بہن، اپاہج و معذور قریبی رشتہ دار، بوڑھے والدین وغیرہ) پر حصول معاش کی طلب میں لگنا فرض و واجب نہیں ہے۔ واضح رہے کہ نفقہ کے وجوب کے لیے شرائط وضوابط بھی ہیں، جو مفتیان کرام سے رابطہ کر کے دریافت کر لیے جائیں۔

بلکہ یہ فرضیت ووجوب صرف اُن افراد کے لیے ہے جن کا نان ونفقہ وخرچ دوسروں کے ذمّہ نہ ہو بلکہ اپنے ہی ذمّہ ہو، اور اس کے پاس (کسی بھی جہت مثلاً: میراث، یا ہدیہ وغیرہ سے آیا ہوا، یا از خود کمایا ہوا) مال بھی موجود نہ ہو، یا وہ شخص جس کے ذمے دوسروں کا نان ونفقہ لازم ہو، جیسے: شوہر کے ذمہ اس کی بیوی کا خرچہ، والد کے ذمہ اپنی نابالغ اولاد اور معذور بالغ اولاد کا خرچہ، اولاد کے ذمہ بوڑھے، محتاج والدین کا خرچہ وغیرہ۔

علامہ طیبیؒ اس حدیثِ مبارک کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ ایسا فرض ہے کہ جس کی انتہا نہیں ہے، اس لیے کہ حلال کمانا پرہیزگاری اور تقویٰ کی بنیاد ہے۔ مال کے پاس موجود ہونے میں دوسروں کی طرف محتاجگی سے حفاظت ہے، دوسروں کے سامنے دستِ سوال پھیلانے سے حاصل ہونیوالی ذلت سے بچاؤ اور خودداری ہے، اور دوسرے کے اموال میں طمع وحرص سے بچنا ہے۔

(الکاشف عن حقائق السنن: الرقم: ۲۷۸۱، ۷/۱۲۲۱)

دوسری اہم بات اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ عمل فرض تو ہے لیکن یہ فریضہ دوسرے فرائض دینیہ کے بعد ہے۔

کسبِ حلال کی وجہ سے دیگر عبادات میں سستی کا حکم:

موجودہ دور میں کئی افراد ایسے بھی ملتے ہیں کہ جو اس حدیث مبارک سے غلط استدلال کرتے ہوئے دین کے اولین احکامات کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے نظر آتے ہیں، جو حصول معاش کی طلب میں ایسے مگن نظر آتے ہیں کہ کمائی کی اس کوشش میں وہ نمازیں تک ضائع کر دیتے ہیں (جیسا کہ اکثر ملازم طبقہ اپنی ملازمت کی وجہ سے نمازوں کو چھوڑ دیتا ہے، اور اس سے بڑھ کے بے دینی کی فضا یہ بن چکی ہے کہ کاروبار کے مالک حضرات اپنے ملازمین کو نماز کی اجازت نہیں دیتے کہ اس سے کام میں حرج پیدا ہوگا)، بعضے اپنی کاروباری جگہوں میں ہی نماز ادا کر لیتے ہیں، بعضے کمائی کی اس مشقت کی وجہ سے روزے جیسا عظیم فریضہ بھی چھوڑ دیتے ہیں (جیسے: گارے مٹی کا کام کرنے والے مستری اور مزدور، یا کھیتوں میں کام کرنے والے کاشتکار وغیرہ اپنے کام کی مشقت کو عذر بنا کر پیش کرتے ہیں اور روزہ چھوڑ دیتے ہیں) اور جب انہیں نماز روزے کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ فوراً اس حدیث مبارک سے استدلال کرتے ہوئے کہتے نظر آتے ہیں کہ "بھائی! اہلِ خانہ کیلئے حلال کمانا بھی تو فرض ہے، ہم اس فرض کے پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔"

تو واضح رہے کہ اس حدیثِ پاک میں حلال کمائی کو اگرچہ فرض فرمایا گیا ہے، لیکن یہ ایسا فرض نہیں کہ اس میں لگنے کی وجہ سے اسلام کے دوسرے عظیم فرائض کو چھوڑ دیا جائے، چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"حلال کمائی کی طلب کرنا ایسا فرض نہیں ہے کہ وہ جو نماز، روزہ اور حج وغیرہ فرائض کے برابر ہو۔" (مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۹۰۴)

یعنی: کمائی میں لگنے کی فرضیت نماز روزے کی فرضیت کے مثل نہیں کہ کمائی میں مصروفیت والے وقت میں نماز وغیرہ ارکان اسلام کو ترک کر دینا جائز ہو، بلکہ نماز وغیرہ ارکان کی فرضیت اس درجے کی ہے کہ اس کو ترک کر کے کسی دوسرے دینی کام میں لگے رہنا جائز نہیں ہے، دوسرا معنی یہ بھی بنتا ہے کہ جس طرح نماز وغیرہ ارکان اسلام کا انکار کرنے والا کافر اور انہیں چھوڑنے والا فاسق ہوتا ہے، اس طرح حلال کمائی کی فرضیت کا انکار کر دینے والا کافر اور کمائی کو چھوڑنے والا فاسق نہیں بنتا۔

اللہ تعالیٰ نے مال کو ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیے پیدا فرمایا ہے؛ تاکہ بندہ اپنی ضروری حاجتیں پوری کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جائے؛ کیوں کہ رہنے سہنے، کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کے بغیر صحیح طرح سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ نہ یہ کہ اس مال کو حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی دیگر عبادات ہی ترک کر دے، گویا اصل مقصود مال کمانا نہیں ہے؛ بلکہ اصل مقصود اس مال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں یک سوئی سے مشغول ہونا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔

☆☆ .... ☆☆

ڈاکٹر دین محمد فریدی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

۶/ نومبر ۲۰۲۴ء بروز بدھ پونے آٹھ بجے شام ڈاکٹر دین محمد فریدی خالق حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون!

ڈاکٹر دین محمد صاحب ۳/مارچ ۱۹۳۷ء کو فرید پور گاؤں ضلع کرنال انڈیا میں پیدا ہوئے، دس سال کی عمر کے تھے کہ ۱۹۴۷ء میں والدین وخاندان کے مہاجر قافلہ کے ساتھ لاہور، جھنگ کے راستہ ہرنولی تحصیل پپلاں ضلع میانوالی میں رہائش اختیار کی۔ بعدازیں نور پور تھل بھی کچھ عرصہ رہے، پھر خانسر کے قریب چک نمبر ۴ آر، ایم میں رہے۔ ۱۹۸۸ء میں بھکر منتقل ہوگئے۔ جہاں اب بھی ان کے صاحبزادگان کی سکونت ہے۔ بھکر ڈیرہ روڈ اڈہ جہاں خان کے قریب چک ۴۷ ٹی، ڈی، اے میں ایک صاحب خیر نے مسجد ومدرسہ کے لیے ڈیڑھ کنال جگہ دی، تو انہوں نے اپنے صاحبزادہ مولانا محمود حسن کو یہاں پر مسجد ومدرسہ قائم کرنے پر لگا دیا۔

ستمبر ۲۰۱۰ء سے مدرسہ سراجیہ نقشبندیہ کے نام پر مدرسہ قائم کیا۔ ۲۰۱۴ء میں مسجد خاتم النبیین ﷺ کی حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہم اور مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہم نے بنیاد رکھی، جواب اللہ تعالیٰ کے فضل سے تکمیل کے مراحل میں ہے۔ ڈاکٹر صاحب ۲۰۱۸ء سے اس مسجد ومدرسہ میں منتقل ہوگئے اور پھر زندگی کے آخری سانس تک یہیں قیام پذیر رہے۔

ڈاکٹر دین محمد صاحب فریدی بنیادی طور پر مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ کے تربیت یافتہ تھے، ان حضرات کی تربیت کا ان کی طبیعت پر گہرا اثر تھا۔ پھر حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمدؒ کی تربیت اور صبح وشام آپ کی مشاورت وسرپرستی سے آپ آگے بڑھتے گئے۔

اس زمانہ میں جب ابھی بھکر کا ضلع قائم نہ ہوا۔ موجودہ بھکر و میانوالی کا علاقہ ایک ضلع میانوالی کہلاتا تھا۔ تب خانقاہ سراجیہ کے حضرت خواجہ خان محمدؒ، میانوالی کے مولانا محمد رمضانؒ، بھکر کے حضرت مولانا محمد عبداللہؒ اور حافظ ممتاز علی صاحب، کلورکوٹ کے حافظ سراج الدین صاحب کی تربیت وصحبت نے ڈاکٹر دین محمد صاحب کو منجھا ہوا معاملہ فہم راہ نما بنادیا۔ خانقاہ سراجیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حلقہ کے بہت سارے متعلقین اور مسترشدین ان اکابر کے براہِ راست فیض یافتگان کی بڑی تعداد اس علاقہ میں آکر آباد ہوئی، حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کی تنظیم کے بانی حضرات کے اس علاقہ میں تبلیغی اثر ورسوخ کے دینی ماحول نے ڈاکٹر دین محمد صاحب کو جرأت وایثار پیشہ متحرک اور تحریکی شخصیت بنادیا۔ آپؒ اسکول کی چند جماعتیں پڑھے ہوں گے، درسِ نظامی یا کالج وغیرہ کی تعلیم کے قریب سے نہیں گزرے تھے۔ صرف علماء کی محبت اوران کی صحبت سے ان کے جوہر ایسے نکھرے، اتنے بھرپور اور پُراعتماد تھے، بولنے میں فر فر چلنے والی زبان، ذہن رسا، جرأت وبہادری کے پیکر، ان اوصاف حمیدہ نے آپ کو اس علاقہ کا ہردلعزیز بنا دیا۔

ہومیوپیتھی پڑھی، اور ڈاکٹر کہلانے لگے۔ اس کو اپنی روٹی روزی کا ذریعہ بنالیا۔ باقی وقت دینی وجماعتی خدمات کے لیے وقف کردیا۔ آج کل بعض قائد ورہنما وخطیب ایسے بھی ہیں جنہوں نے درس نظامی نہیں کیا۔ کچھ دنیوی تعلیم، حفظ و ناظرہ یا قرأت کی اور اب وہ خود کو ”حضرت مولانا“ ہی نہیں ”مدظلہ“ اور پتا نہیں کیا کیا کہلانے میں عار نہیں سمجھتے۔ شکر ہے پروردگار عالم کا کہ محترم ڈاکٹر دین محمد صاحب اس جعل سازی سے بچے رہے۔ بات کرنا، دوسروں کے دماغوں میں اپنی بات بٹھانے کے ماہر تھے۔ جہاں تقریر کے لیے کھڑے ہوتے

کامیاب مقرر نظر آتے تھے۔ میانوالی اور بھکر کے علاقہ میں قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے، کہیں ٹکنے نہیں دیا۔ آپ کا تعارف ہی ’’خادم ختم نبوت‘‘ تھا۔ جہاں قادیانیت نے پر پرُزے نکالنے چاہے یہ ان کے بال و پر کاٹنے کے لیے اوزار مع ڈنڈا ہاتھ میں لیے پہلے موجود ہوتے تھے۔ نامعلوم کتنے معرکے تھے جو آپ نے سر کئے! قریہ، قریہ شہر، شہر آپ کی جرأت کی داستانیں بکھری پڑی ہیں، اور اتنی زیادہ کہ مستقل تصنیف کی متقاضی۔ زیادہ پڑھے لکھے نہ ہونے کے باوجود اتنا اچھا لکھتے تھے کہ جس واقعہ کو قید تحریر میں لاتے وہ ایک خوبصورت معلوماتی ناول وکہانی کا روپ دھار لیتا، جسے مکمل کئے بغیر قاری کو تسلی نہ ہوتی۔

آپ نے کئی مضامین لکھے، اور صحت کے زمانہ میں لکھتے بھی رہتے تھے۔ روزنامہ اسلام کے بھکر سے چیف رپورٹر بھی رہے۔ دیگر علاقائی اخبارات میں کالم نگار بھی رہے۔ قادیانیت ان کے نام سے خم کھاتی تھی۔ اور مقدر کے ایسے دھنی تھے کہ جس کیس کو لیتے کامیابی ان کے قدموں کے بوسے لیتی۔

غریبوں کے تھانہ کچہری میں کام نکلواتے، اہل علاقہ کے لیے وہ گرانقدر خدمات انجام دیں کہ ریکارڈ قائم کر دیا۔ بھکر جب ضلع بنا تو ۲۳ کے قریب اہم پوسٹوں پر قادیانی آ گئے، ڈاکٹر صاحب نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ایک، ایک کی ایسی نگرانی کی اور ان سب کو قانون کی ایسی نتھ ڈالی کہ ان کا تمام سرکاری ملازمت کے اختیار کا خمار ان کے سروں سے ہمیشہ کے لیے سر بدر ہو گیا۔ وہ جس غرور سے آئے تھے، اسی رسوائی سے واپس ہوئے۔ صرف قادیانیت ہی نہیں تمام فتنوں کے خلاف آپ مورچہ زن رہے۔ اکابر علماء کا آپ کو اعتماد حاصل رہا۔

ڈاکٹر صاحب کے مزاج میں چلتے چلتے تیز رفتاری بھی آ جاتی تھی، اس سے بعض حضرات کے ساتھ تکرار واصرار تک معاملہ بھی پہنچ جاتا، لیکن بزرگوں کی شفقت اور ڈاکٹر صاحب کی سعادت مندی سے وہ تلخی آب شیریں کا روپ دھار لیتی۔ ان کا وجود غنیمت بلکہ بہت غنیمت تھا۔ وہ ایک تاریخ ساز انسان تھے۔ سفید پوش ہونے کے باوجود انہوں نے خودداری کے بھرم کو زیر نہیں ہونے دیا۔ اپنے دو صاحبزادوں کو عالم دین بنایا۔ اب ان کے پوتوں میں بھی علم دین کے حصول کی روایت چل نکلی ہے۔ کچھ صاحبزادے حافظ بھی ہیں۔ پوری اولاد برسر روزگار ہے۔ سب صاحب اولاد ہیں۔ اور اپنے اپنے دائرہ میں مصروف بکار۔ حق تعالیٰ ان سب کے حامی وناصر ہوں۔

ستاسی سال کے لگ بھگ عمر پائی، آخری وقت تک کسی کے محتاج نہیں ہوئے۔ سوائے ایک آدھ ہفتہ کے جو صاحب فراش ہو گئے۔ موقع پر موجود اولاد نے ریکارڈ خدمت کی، حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں، پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا ہوئی، علاقہ بھر کے بڑے جنازوں میں سے ایک بڑا جنازہ تھا۔ علماء اور دین دار حلقہ کی اکثریت شامل تھی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر سے مولانا حافظ محمد انس، جناب عزیز الرحمٰن رحمانی، مولانا محمد وسیم اسلم کے علاوہ مولانا محمد ساجد مبلغ میانوالی وخوشاب، مولانا محمد نعیم مبلغ بھکر ولیہ نے شرکت کی۔ بھکر کے علماء کرام کی بڑی تعداد حضرت مولانا صفی اللہ صاحب کی قیادت میں شریکِ جنازہ ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات نے بہت سارے صدمات کی یاد تازہ کردی، وہ کیا گئے بہت ساری خوشیوں کو ساتھ لے گئے۔ حق تعالیٰ ان کی تربت کو اپنی رحمت سے شرابور فرمائیں، آمین!

☆☆..................☆☆

وفاقی کابینہ نے نکاح نامے میں ختم نبوت کے حلف کی شق شامل کرنے کی منظوری دے دی

۱۸؍دسمبر ۲۰۲۴ء

اسلام آباد (نیوز ڈیسک) وفاقی کابینہ نے اسلام آباد کی حدود میں نکاح نامے میں ختم نبوت کے حلف کی شق شامل کرنے کی منظوری دے دی۔ وفاقی کابینہ کے اجلاس کے بعد جاری اعلامیے کے مطابق اسلام آباد کیپیٹل ٹیریٹری کی حدود میں نکاح نامے میں ختم نبوت کے حلف کی شق شامل کرنے اور کوڈ آف کریمنل پروسیجر ترمیمی بل 2024ء کو پارلیمان میں بھیجنے کی منظوری دے دی گئی۔

ختم نبوت کے بے لوث مجاہد

محترم جناب قاضی امتیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سعد اللہ لدھیانوی، ٹوبہ ٹیک سنگھ

”السلام علیکم! تمام آڑھتی بھائیوں سے گزارش ہے کہ کل دس بجے غلہ منڈی کی جامع مسجد بلال میں ضرور تشریف لائیں۔ دنیاوی معاملے کا کوئی عذر پیش نہ کریں اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو ہماری محبت ہے، اس کا مظاہرہ کریں۔ اپنے ایمان میں اضافہ کریں، یہ حاضری ہمارے لئے نجات کا ذریعہ بنے گی انشاءاللہ! جو کام بھی ختم نبوت کے لیے کیا جاتا ہے، اس کی اہمیت قیامت والے دن پتا چلے گی.... براہِ مہربانی! آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس اجلاس کو سستی کی نظر نہ کریں..... ختم نبوت کا تحفظ ہر مسلمان کا فرض ہے.... آپ نے ہر حال میں مسجد میں تشریف لانا ہے، بہت شکریہ۔“

یہ وائس میسج 6ستمبر 2024ء کو غلہ منڈی ٹوبہ ٹیک سنگھ کے آڑھتیوں کے گروپ میں ”گولڈن جوبلی ختم نبوت کانفرنس، لاہور“ میں شرکت کے حوالے سے 7 ستمبر 2024ء کو محترم جناب قاضی امتیاز احمد مرحوم نے بھیجا، غلہ منڈی کے آڑھتی جمع ہوئے اور ہماری جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا ارشاد فاروقی صاحب کا بیان ہوا۔ ظہر کی نماز کے بعد ختم نبوت کانفرنس مینار پاکستان کے لیے قافلہ روانہ ہوا۔

قاضی امتیاز احمد مرحوم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کے رکن حضرت قاضی فیض احمد رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے، اور مولانا قاضی احسان احمد مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بڑے بھائی تھے۔ 4/ستمبر کی صبح نمازِ فجر کے متصل بعد جامع مسجد بلال غلہ منڈی کے خزانچی محترم جناب ماسٹر غلام رسول کا انتقال ہوا، بندہ اگست کے آخر میں حرمین شریفین کے سفر پر تھا، مدینہ منورہ میں ماسٹر صاحب کے انتقال پُرملال کی خبر ملی، آخری مرتبہ قاضی امتیاز احمد صاحب سے 7/ستمبر کی شب نماز عشاء کے بعد فون پر خاصی دیر بات ہوتی رہی اور ماسٹر غلام رسول صاحب کا تذکرہ کر کے ہم ایک دوسرے کا غم ہلکا کرتے رہے۔ قاضی امتیاز احمد مرحوم مسجد انتظامیہ کے جنرل سیکریٹری تھے، فون پر مسجد کے معاملات پر بھی گفتگو ہوئی۔

16/ستمبر کو میں جدہ میں تھا، اپنے عزیز کو کہا کہ میرے موبائل پر سگنل کا ایشو ہے، آپ مجھے یہیں چھوڑ دیں، میں رات یہیں رکوں گا، پاکستان میں گھر والوں کے پاس آپ کا رابطہ نمبر ہے، اگر کوئی پریشانی ہوئی تو وہ آپ کو اطلاع کر دیں گے۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہاں پر وائی فائی کی سہولت میسر تھی، سعودی عرب کے مقامی وقت کے مطابق تقریباً ساڑھے بارہ ایک بجے کے درمیان قاضی امتیاز احمد مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے قاضی عبدالرحمٰن طوفانی کا صوتی پیغام موصول ہوا کہ سعد بھائی! ابو کا انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس پیغام کے موصول ہوتے ہی دل میں خیال آیا کہ پریشانی کا سبب یہی تھا۔

قاضی امتیاز مرحوم انتہائی ملنسار شخصیت، خوش مزاج، دردِ دل رکھنے والے، عوام الناس کے کام آنے والے انسان تھے۔ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں جاتے تھے، ان دنوں کانفرنس مسجد کے صحن میں منعقد ہوتی تھی اور مسجد کے مینار کے ساتھ اسٹیج لگتا تھا، مسجد سے ملحق بجانب محراب گھر میں ہمارے شیخ مخدوم العلماء حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ قیام پذیر ہوتے تھے، کانفرنس میں آنے والے تمام اکابرین حضرت سے ملاقات کے لئے اسی گھر میں تشریف لاتے تھے اور تمام آنے والے حضرات کے لئے کھانے اور چائے کا انتظام وہیں پر ہوتا تھا اور خدمت کی ذمہ داری قاضی امتیاز احمد مرحوم کے پاس ہوتی تھی۔ کیا ہی احسن انداز میں ذمہ داری ادا کرتے تھے!

ایک مرتبہ کانفرنس کے موقع پر ذمہ داری پوری کرتے ہوئے کمر کی تکلیف شروع ہوگئی، میں اس وقت ساتھ تھا، شدید تکلیف کی حالت میں کانفرنس کے اختتام تک اپنی ذمہ داری کو پورا کیا۔ اللہ پاک اس کا اجر عطا فرمائے، آمین!

اب گزشتہ کئی سالوں سے میرے استاذ مکرم فخر السادات حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحبؒ کے خانقاہی اجتماع کے موقع پر بھی باوجود بیماری کے، خواص کے

کھانے اور چائے کی ذمہ داری کا بیڑا اٹھائے ہوئے تھے۔

قاضی فیض احمد مرحوم کے خاندان سے ہمارے گھرانے کا تعلق میری پیدائش سے پہلے کا ہے اور یہ تعلق تقریباً نصف صدی کا ہے۔

میرے والد گرامی قدر مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ 1970ء کے اوائل میں جمعہ پڑھانے کے لیے دفتر ختم نبوت ملتان سے آیا کرتے تھے۔ٹوبہ میں میزبان قاضی فیض احمدؒ ہوا کرتے تھے، پھر جب 1974ء میں ہم نے مستقل سکونت ٹوبہ ٹیک سنگھ میں اختیار کرلی تو جب کبھی اہل خانہ ننھیال جایا کرتے تو والد صاحب اور مہمانوں کا کھانا چائے تین وقت قاضی امتیاز اپنے گھر سے تیار کرواکے لاتے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ایک وقت کا سالن کبھی دوسرے وقت نہیں آتا تھا۔

حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ جب بھی ٹوبہ تشریف لاتے تو قیام قاضی فیض احمدؒ کے گھر میں ہوتا تھا۔کبھی کسی مدرسے کا سفیر آجاتا تو حسب توفیق جو ہوسکتا، اس کی معاونت کرتے۔

غلہ منڈی کی مسجد میں گزشتہ تقریباً پندرہ سال سے سلسلہ قادریہ کے شیخ حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ رحمہ اللہ نے مجلس ذکر کا سلسلہ شروع کروایا، مجلس میں آنے والے تمام سالکین کے لیے گھر سے ہر جمعہ کو میٹھا تیار کرواکے لاتے۔

دو سال پہلے ماسٹر غلام رسول صاحب نے مجھے اور بھائی امتیاز مرحوم کو بلایا اور کہا کہ میرے پاس مسجد کے پیسے جمع ہیں، ارادہ یہ بن رہا ہے کہ بجلی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے سولر کا انتظام کرلیا جائے، تقریباً پندرہ لاکھ روپے کا خرچہ تھا۔ہم دونوں نے ماسٹر صاحب سے عرض کی کہ آپ ہمیں تین لاکھ دیدیں اور ہماری کوشش یہی ہوگی کہ یہ تین لاکھ بھی آپ کو واپس کردیں اور سولر کا انتظام بھی ہوجائے، ایک دن راقم اور بھائی امتیاز مرحوم سولر کے لئے رقم جمع کرانے نکلے۔رب کریم نے تمام ضروریات کا نظم بھی کروا دیا اور تین لاکھ روپے بھی واپس ماسٹر صاحب مرحوم کے سپرد کردیئے اور کچھ مزید رقم بھی ماسٹر صاحب کے سپرد کی۔

کسی زمانے میں قاضی فیض احمد مرحوم کی دکان پر بیوپاری جب اجناس کی خریداری کے لئے منڈی میں آتے تھے تو دکان کی چھت پر مہمان خانہ تھا اور وہ بیوپاری اسی چوبارے پر قیام پذیر ہوتے تھے۔2009ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ایک مستقل مبلغ ٹوبہ بھیجا تو اسی چوبارے کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفتر اور مبلغ کی رہائش بنادیا، مولانا محمد خبیب مرحوم ٹوبہ میں پہلے مبلغ تعینات ہوئے، اپنی زندگی کی مستعار بہاریں تحفظ ختم نبوت پر نچھاور کرکے بارگاہ الٰہی میں چل دیئے۔انہیں تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے کا جنون تھا، کبھی دن رات کا خیال نہیں کیا، جو کام مولانا خبیب مرحوم کے ذمہ لگا، دل وجان سے پورا کیا اور اب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مبلغ مولانا محمد ارشاد صاحب اپنی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔ہر دو مبلغین کی خدمت کرنا، ان کی ضروریات کو پورا کرنا مرحوم نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا، جماعتی امور میں اپنے تجربات کی روشنی میں مفید مشورہ دینا، صحیح راستہ کی طرف راہنمائی کرنا ان کی زندگی کا حصہ رہا۔ بہت سارے یارانِ وفا چھوڑ کر ایک باوفا، ملنسار، مخلص رفیق ہم سب سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا۔

اللہ پاک قاضی امتیاز احمد مرحوم کی حسنات کو قبول فرمائے، ان کی سیئات کو معاف فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!☆☆

آدابِ مسجد

1۔مسجد میں خالص اللہ کی عبادت کی جائے، نہ غیر اللہ کی عبادت کی جائے اور نہ غیر اللہ کو پکارا جائے۔2۔مساجد کو پنج وقتہ نماز کے ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر وتلاوتِ قرآنِ مجید سے آباد رکھا جائے، ویران نہ چھوڑا جائے۔3۔مساجد کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھا جائے، تھوکا نہ جائے، کوئی گندگی، کچرا وغیرہ نظر آئے تو صاف کردیا جائے۔4۔ہر جمعہ کو خوش بو کی دھونی دی جائے۔5۔ناپاکی سے محفوظ رکھا جائے۔6۔بدبودار اشیاء کھا کر مسجد نہ آیا جائے۔7۔مسجد میں دائیں پیر سے مسنون دعا پڑھ کر داخل ہوا جائے، اور نکلتے وقت بائیں پیر سے مسنون دعا پڑھتے ہوئے نکلا جائے۔8۔مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد ادا کی جائے۔9۔مسجد میں انگلیاں نہ چٹخائی جائیں۔10۔دنیاوی باتوں سے اجتناب کیا جائے۔11۔مسجد میں شور شرابہ نہ کیا جائے۔12۔رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف مسنون کیا جائے۔

مجموعۂ کتب

حیات الانبیاء علیہم السلام

صفحات: تقریباً ۱۰۰۰۰۔ جلدیں: ۱۷۔ کل تعداد مشمولہ کتب: ۱۲۲

کل تعداد مصنفین: ایک سو کے لگ بھگ مشاہیر کے رشحات قلم، کمپوزنگ عمدہ، طباعت معیاری، کاغذ، پیکجز تعلیم، گلیز وسفید سائز ۲۳×۳۶×۱۶ جلد بیروتی طرز، لیمینیشن، پشتہ باجوڑ، طباعت واشاعت کی تمام خوبیوں کا مرقع، دلآویز، دلرباء، دلنشین آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سرور، نظر پڑتے ہی دل موہ لینے والا مجموعہ کتب۔

پون صدی سے جس خزانہ تک رسائی مشکل تھی اب اتنی آسان کہ سبحان اللہ، معلومات کا بحر ذخّار، جس کا مدتوں سے انتظار تھا وہ لمحہ سعادت آن پہنچا، ہزاروں خوشیوں کا سامان کہ منتشر خزانہ یکجا ہوگیا۔

عشق رسالت مآب ﷺ کا گلدستہ دیکھنے میں خوشنما، سیٹ رکھنے اٹھانے میں خیر الامور اوسطہا کا مصداق، سیٹ گتہ پیک۔ رعایتی قیمت سیٹ: ساڑھے سات ہزار (۷۵۰۰ روپے) فقط۔ گویا لاگت، اس سے سستا ورعایتی اتنا بڑا کوئی اور سیٹ کہیں سے دستیاب ہونا مشکل بلکہ ناممکن، تجربہ شرط۔

مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

رابطہ کے لیے

جناب عزیز الرحمن رحمانی 03338827001

مولانا عتیق الرحمن سیف 03447121967

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے مرکزی دار المبلّغین کے زیر اہتمام

32 واں سالانہ

ختمِ نبوّت کورس

8 فروری 2025 تا 25 فروری 2025

بمقام

مدرسہ عربیہ ختمِ نبوّت

مُسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ

زیرِ سرپرستی

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت ولیِ کامل حضرۃ مولانا حافظ محمّد ناصر الدّین خان خاکوانی نقشبندی مجددی حفظہ اللہ صاحب امیرِ مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت

- کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم از کم درجہ رابعہ، یا بی اے پاس ہونا ضروری ہے
- شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا جس کی قیمت تقریباً پانچ ہزار ہوگی
- کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی
- داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو۔
- موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے

خواہش مند طلباء اس نمبر پر درخواست وٹس ایپ کریں

+923014151159

برائے رابطہ

مولانا عزیز الرحمٰن ثانی 0300-4304277

مولانا غلام رسول دین پوری 0300-6733670

منجانب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت شعبہ نشر و اشاعت